ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ JULY 2022

مظاہر علوم

سہارنپور



جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۸ شمارہ نمبر ۳

ذوالحجۃ ۱۴۴۳ھ جولائی ۲۰۲۲ء

زر تعاون

فی شمارہ ــــــ ۳۰/روپے

سالانہ زرتعاون ــــــ ۳۰۰ روپے

بیرون ملک سالانہ ــــــ ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

نوائے سحر

تحفظ ناموس رسالت کی ایک بہتر صورت

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

۱۷ رمئی ۲۰۲۲ء کو ایک ٹی وی شو کے دوران ہندوستان کی حکمراں جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کی ترجمان ''نوپور شرما'' نے محسنِ انسانیت، تاجدارِ رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ جملے بولے، اس کے خلاف ہندوستانی مسلمانوں نے ہندوستانی عدالت میں مقدمہ درج کرایا، لیکن اس پر عمل نہ ہوا اور پھر پورے ہندوستان میں اس گستاخی کے خلاف احتجاج شروع ہو گیا، اس احتجاج کے دوران کئی مسلمان شہید ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے پوری مسلم دنیا نے اس کا نوٹس لیا۔

سعودی عرب، قطر، متحدہ عرب امارات، عمان، انڈونیشیا عراق اردن، لیبیا، کویت، قطر، بحرین مالدیپ، افغانستان اور پاکستان سمیت او آئی سی نے بھی شدید ردعمل کا اظہار کیا، یہاں تک کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے بھی اپنے ایک بیان میں تمام مذاہب کے احترام پر زور دیا۔ ملک و وطن کی امن و امان کی فضا میں زہر کھولنے والے اس دل آزار اور گستاخانہ بیان سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ملک کی تمام اقلیتوں میں عدم تحفظ کا احساس بڑھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کو جو محبت وعقیدت ہے عصر حاضر کے دشمنان اسلام اس سے بخوبی واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے مسلمانوں کا تعلق ایمان وعقیدہ کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت پر ذرہ برابر آنچ آجائے اور مسلمان پرسکون رہیں ممکن نہیں، اس کے باوجود اہانت رسول کی جرأت کر کے مسلمانوں کی غیرت کو للکارا گیا ہے، جب کہ شاتمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پتہ ہے کہ مسلمان عملی اعتبار سے جتنے بھی ناکارہ اور فکری لحاظ سے جس قدر بھی منتشر ہوں مگر محبت رسول کی چنگاری ان کے خاکستر میں اب بھی دبی ہے جو ذرا سا کریدنے پر آتش فشاں بن کر پھٹ پڑے گی، مسلمان اپنے ایمان وعقیدہ کا سودا نہیں کر سکتے، آخری سرمایہ نہیں لٹا سکتے، ایک مسلمان کا کل اثاثہ

اور متاع دین وایمان اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت ہے،اس کے پیش نظر اس کے نبی کا فرمان لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین،(تم میں سے کوئی مومن کامل اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین،اس کی اولاد اور دنیا جہاں کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں) ہمہ وقت رہتا ہے۔عملی اعتبار سے مسلمان کتنا ہی گیا گذرا کیوں نہ ہولیکن جب براہ راست اس کے نبی کی توہین کی جائے اور اس کو باقاعدہ تمسخر اور استہزاء کا موضوع بنایا جائے تو یہ کسی بھی مسلمان سے کبھی بھی برداشت نہیں ہوسکتا، وطن عزیز ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹادینے کی کوشش کرنے والے فسادی، ہندوستان کو ہندوراشٹر یہ بنانے کا غیر قانونی نعرہ لگانے والے وطن دشمن افراد، شاید یہ نہیں جانتے کہ دنیا کا کوئی کمزور ترین ایمان رکھنے والا مسلمان ہزار ہا فروگزاشتوں اور کوتاہیوں کے باوجود محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سنگ باری کرنے اور اسوہ حسنہ پر کسی بھی قسم کی حرف زنی پر دہاڑ اٹھتا ہے، اسلام کے خلاف الزام ودشنام اسے کسی بھی صورت کسی بھی لمحہ برداشت نہیں ہے۔

حال میں پیش آنے والے اِس گستاخیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو دینی شرعی، فطری، قانونی اور جذباتی ردعمل ہونا چاہیئے وہ سامنے آیا۔

دشمنان اسلام کو اس بات کی خبر نہیں ہے وہ جس ہستی کے خلاف غوغہ آرائی کرتے ہیں وہ تو محسن انسانیت ہے، تمام نبیوں کا سالار ہے، جس نے جہالت، ظلم، شقی القلبی اور حیوانیت کے ظلمات اور اندھیری کی آماجگاہ بنی ہوئی کائنات میں آفتاب جہاں تاب بن کر تاریخ کا سب سے بڑا دل آفریں انقلاب برپا کیا، انسانیت کے اذہان وقلوب کے تاریک گوشوں کو منور کیا، احترام آدمیت کا فلسفہ دیا، شرف انسانیت کو عالم آشکارا کیا۔

اس مذموم حرکت کا مقصد مسلمانوں کو ذہنی انتشار کا شکار بنانا ہے، اسلام دشمن عناصر کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ایسے مسائل کھڑے کیے جائیں جن سے وہ مشتعل ہوں اور پھر اپنے اثاثی اور بنیادی مقاصد کو پس پشت ڈال دیں تاکہ یہ غیر مسلم عناصر اسلام دشمنی کے لیے اپنی راہیں اور ہموار کرسکیں۔

پورے ملک میں مسلمان احتجاج کررہے ہیں، شیدائیان رسالت اپنی اپنی محبتوں کا اظہار کررہے ہیں، تحفظ ناموس رسالت کی سعی محمود کررہے ہیں، ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، ایک جمہوری ملک کے باشندے ہونے کے ناطے حکومت سے ہمیں یہ اپیل کرنی ہے کہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے، ایسی ہفوات وبکواس کرنے والے کو ایسی سخت سزا دی جائے جس سے کسی کو کبھی بھی کسی مذہب، دین دھرم اور اس کے پیشواؤں کا تمسخر واستہزاء کرنے کی جرآت نہ ہوسکے۔

مسلمان ہر جگہ سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں، اور یہ ان کے دین اور رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم سے محبت و شیفتگی کا تقاضا بھی ہے، لیکن اشتعال میں آنے کے بجائے خاموشی اور سنجیدگی سے پرامن طریقے پر اپنے غم وغصہ کا اظہار کرنا چاہئے، اور دینی اعمال میں پہلے سے بھی زیادہ رسوخ پیدا کرنا چاہئے تاکہ دشمنان اسلام اپنے منھ کی کھائیں۔

دیکھنے میں آرہا ہے کہ گذشتہ کچھ سالوں سے پوری دنیا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کے سلسلے رکنے کے بجائے دراز ہوتے چلے جارہے ہیں، ایسی صورت میں ہمیں بذات خود اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ ہم خود اور ہمارے بچے پیارے نبی کی سیرت سے کتنی واقفیت رکھتے ہیں؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، کیا یہ حادثہ نہیں ہے کہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ بنیادی معلومات بھی ہم میں سے اکثریت کے پاس نہیں ہے جسے آپ عام معلومات کہتے ہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا مقصد، آپ کی شخصیت کے حقیقی خدوخال، آپ کے امتیازات اور آپ کی تعلیمات سے شعوری وابستگی کا معاملہ بہت دور کی بات ہوجاتی ہے۔

ہندوستان کے موجودہ حالات میں خصوصاً اور پوری دنیا میں عموماً اس بات کو رواج دینا ایک مسلمان کی دینی وشرعی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک، آپ کے صحابہ کرام و ازواجِ مطہرات و بنات اطہار کے سوانحی حالات اور ان کی لائق تقلید واتباع زندگی کو اپنی زندگیوں میں لائیں اور دنیا کو یہ باور کرائیں کہ ہم اس نبی برحق کی تعلیمات کے پیرو اور متبع ہیں جس کا لایا ہوا پیغام پوری انسانیت کی صلاح وفلاح کا ضامن ہے، سیرت النبی کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچائیں، خود بھی عمل کریں، عمل کا ماحول پیدا کریں، پھر پوری انسانیت ان فطری تعلیمات کی گرویدہ ہوگی اور دشنام طرازی اور یاوہ گوئی کا یہ سلسلہ بند ہوتا چلا جائے گا، ان شاء اللہ۔

مظاہرے کا ایک انوکھا طریقہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سیرت کا اجتماعی مطالعہ کیا جاتا، سیرت پر متعدد محاضرات سماعت کئے جاتے، سیرت کی کسی کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جاتا، سیرت نبوی کے بعض گوشوں پر کچھ اجتماعی تحقیقات پیش کی جاتیں، اخباروں میں بعض صفحات خرید کر سیرت کے اہم گوشوں کو جدید اسلوب وتحقیق میں عام کیا جاتا، کیا یہ سچ نہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کا بھرم کچھ رسوم کی ادائیگی کے ذریعہ قائم رکھنا چاہتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ اتباع اور مطالعہ سیرت کے نام پر اپنے نفس کو مشقت میں ڈالیں۔

اگر واقعی ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں تو آئیے نبی کی سیرت پر کم از کم کسی تحقیقی کتاب کا کم از کم مطالعہ کریں، اپنے بچوں کو سیرت رسول سے واقف کرانے کی کوشش کریں، پوری دنیا میں سیرت کو عام کرنے کی کوشش کریں، معاشرہ کا ہر ہر فرد اپنی بساط اور اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں رہ کر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرے، اگر دنیا سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرے گی تو اسے آپ کی ذات میں متعدد امتیازات نظر آئیں گے۔

ہم اپنی ذمہ داریوں سے بھاگنے کے بجائے حقائق کا سامنا کریں، دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو عام کرنے میں مشغول ہو جائیں، دنیا کے بیشتر لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھنگ سے نہیں جانتے، انہیں نہیں معلوم کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تاریخ اور تحقیق کے اصولوں پر کھری اترتی ہے، انسانی زندگی کو جس بھی نمونے کی حاجت ہے برق رفتار بدلتے حالات کے باوجود نبی محترم کی حیات طیبہ میں سارے نمونے کسی نہ کسی حوالے سے موجود ہیں، سیرت پیغمبر کی یہ جامعیت لوگوں میں بہتر انداز میں پہنچانے کی ضرورت ہے۔

آج کے نفرت زدہ ماحول میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان بذات خود سیرت کا مطالعہ کریں اور دنیا کے سامنے منظم انداز میں مطالعہ سیرت کی راہ ہموار کریں۔

بلا شبہ مسلمانوں کے تمام مسالک ومکاتب فکر متحد ہو کر معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے گوشوں کو دنیا کے سامنے لائیں، دنیا جب اس محسن انسانیت کی زندگی کے تمام گوشوں کا مطالعہ کرے گی، تو یقینا اس معلم انسانیت کی زندگی میں انسانی فطرت کے اصولوں کو محسوس کرے گی اور غیر اختیاری طور پر قریب سے قریب تر ہوتی جائے گی۔

درسِ قرآن

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی

مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ - فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ - وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ - فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ - الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ - الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ - وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ -

کیا تم نے اسے دیکھا جو دین اسلام یا قیامت کے دن کی جزا وسزا کو جھٹلاتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پھر بڑی خرابی (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے اُن لوگوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، یعنی نماز کی پابندی نہیں کرتے، جو دکھاوا کرتے ہیں، اور دوسروں کو زکوۃ یا معمولی چیز دینے سے بھی انکار کرتے ہیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ کفر یا شرک یا نفاق جیسے بڑے بڑے گناہ بھی موت سے قبل ایمان لانے اور سچی توبہ کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔لیکن اگر کوئی شخص کفر یا شرک یا نفاق کی حالت میں مرجائے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنا اصول وضابطہ اپنی کتاب ''قرآن کریم'' میں ذکر کردیا کہ پھر اس کی معافی نہیں ہے، اسے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا۔

آخرت میں جزا وسزا

قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارا یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ ایک دن یہ دنیا فنا ہوجائے گی اور دنیا کے وجود سے لے کر کل قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کو قیامت کے میدان میں جمع کیا جائے گا اور دنیاوی زندگی میں اچھے اور برے اعمال کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ جنت یا جہنم کا فیصلہ فرمائے گا۔جنت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی آرائش وآرام کی چیزیں مہیا کررکھی ہیں کہ ہماری عقل ان کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ دنیاوی آگ کی تپش سے ۷۰ رگنا زیادہ ہے، جہاں خون اور پیپ بہتا ہے۔اللہ تعالیٰ جہنم سے ہماری حفاظت فرما کر ہمارے لیے جنت الفردوس کا فیصلہ فرمائے۔دنیا میں اس وقت جو انسان بستے ہیں، ان کی اکثریت اس

بات کا یقین ضرور رکھتی ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی ہے، جس میں اس دنیاوی زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا ملے گی، جو اخروی زندگی کے برحق ہونے کی خود ایک دلیل ہے۔

یتیموں کا خیال سب سے زیادہ اسلام میں رکھا گیا ہے

یتیم وہ ہے جس کے بالغ ہونے سے قبل اس کے والد کا انتقال ہو گیا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یتیم تھے، آپ کے والد ماجد (عبداللہ) اس وقت انتقال فرما گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماں (آمنہ) کے پیٹ میں تھے اور والدہ ماجدہ کی وفات اس وقت ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۶ رسال کے تھے۔ یتیموں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بڑی ہمدردی تھی، اس لیے آپ صحابہ کرام کو یتیموں کی کفالت کرنے پر اکسایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے، آپ نے قربت بیان کرنے کے لیے بیچ اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ یعنی یتیم کی کفالت کرنے والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (بخاری)

حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرنے کی ترغیب و تعلیم

شریعت اسلامیہ میں مساکین وغریبوں کو کھانا کھلانے اور ان کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کی بار بار ترغیب و تعلیم دی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اسلام میں کون سا عمل زیادہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر شخص کو سلام کرنا خواہ اس کو پہچانو یا نہ پہچانو۔ (بخاری ومسلم)

اسی طرح فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جو شخص مومن کی کوئی دنیاوی مشکل دور کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے اس پر سے ایک سختی دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی تنگ دست پر سہولت کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس پر سہولت کرے گا۔۔۔، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد میں رہتا ہے۔ (صحیح مسلم)

نماز کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا

قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ شریعت اسلامیہ میں زنا کرنے، چوری کرنے اور شراب پینے سے بھی بڑا گناہ نماز کا ترک کرنا ہے۔ نماز میں کوتاہی کرنے والوں کی سزا کے متعلق صرف تین آیات پیش ہیں: ان نمازیوں کے لیے خرابی

(اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو نماز سے غافل ہیں۔(سورۃ الماعون)

اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز یا تو پڑھتے ہی نہیں یا پہلے پڑھتے رہے ہیں، پھر سست ہو گئے یا جب جی چاہتا ہے پڑھ لیتے ہیں یا تاخیر سے پڑھنے کو معمول بنا لیتے ہیں، یہ سارے مفہوم اس میں آجاتے ہیں، اس لیے نماز کی مذکورہ ساری کوتاہیوں سے بچنا چاہیے۔

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انھوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، وہ ''غی'' میں ڈالے جائیں گے۔(سورۃ مریم)

نماز نہ پڑھنے والوں کو جہنم کی انتہائی گہری اور شدید گرم وادی ''غی'' میں ڈالا جائے گا؟ جہاں خون اور پیپ بہتا ہے۔

تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نہ نمازی تھے، نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔(سورۃ المدثر)

اہل جنت، جنت کے بالاخانوں میں بیٹھے جہنمیوں سے سوال کریں گے کہ کس وجہ سے تمہیں جہنم میں ڈالا گیا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم دنیا میں نہ نماز پڑھتے تھے اور نہ ہی مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ غور فرمائیں کہ جہنمی لوگوں نے جہنم میں ڈالے جانے کی سب سے پہلی وجہ نماز نہ پڑھنا بتایا، کیوں کہ نماز ایمان کے بعد اسلام کا اہم اور بنیادی رکن ہے، جو ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔

ریاکاری اعمال کی بربادی کا سبب ہے

اعمال کی قبولیت کے لیے اہم اور بنیادی شرط اخلاص ہے۔ بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی... لہٰذا نماز کی ادائیگی سے، خواہ فرض ہو یا نفل، صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہی مطلوب ہونی چاہیے۔ دوسروں کو دکھانے کے لیے نماز نہ پڑھیں، کیوں کہ دوسروں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھنے کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنۂ دجال سے بھی بڑا فتنہ اور شرک قرار دیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تمہیں دجال کے فتنے سے زیادہ خطرناک بات سے

آگاہ نہ کردوں؟ ہم نے عرض کیا :ضرور یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :شرک خفی دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نماز کے لیے کھڑا ہو اور نماز کو اس لیے لمبا کرے کہ کوئی آدمی اسے دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ، باب الریاء والسمعہ) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد)

زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا

قرآن وسنت کی روشنی میں امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص زکوۃ کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے اور زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، جس پر آخرت میں سخت سزائیں دی جائیں گی، اگر مرنے سے قبل اس نے سچی توبہ نہیں کی۔ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالی نے اُن لوگوں کے لیے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کما حقہ زکوۃ نہیں نکالتے۔

اس سورت کے آخری لفظ ''ماعون'' کے معنی معمولی چیز سے کیا گیا ہے۔ اسی لفظ کے نام پر سورت کا نام ''ماعون'' رکھا گیا ہے۔ اصل میں ''ماعون'' اُن برتنے کی معمولی چیزوں کو کہتے ہیں جو عام طور سے ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں، جیسے برتن وغیرہ۔ پھر ہر قسم کی معمولی چیز کو بھی ''ماعون'' کہہ دیتے ہیں۔ بعض صحابہ کرام نے اس کی تفسیر زکوۃ سے کی ہے، کیوں کہ وہ بھی انسان کی دولت کا معمولی (چالیسواں) حصہ ہوتا ہے۔

اس سورت میں ہمارے لیے سبق

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے ساتھ آخرت کی جزا وسزا پر ایمان لانا۔ یتیموں کی کفالت کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔ مسکین اور محتاج لوگوں کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے میں سبقت کرنا۔ اگر خود غریب لوگوں کی مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم ایسے کاموں میں شریک ہونا جن کے ذریعہ غریب لوگوں کی مدد کی جارہی ہو۔ خشوع وخضوع کے ساتھ فرض نمازوں کا اہتمام کرنا۔ فرض نماز کے ساتھ سنن ونوافل کی بھی پابندی کرنا۔ ہر نیک عمل صرف اور صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے کرنا۔ ریا اور شہرت اعمال کی بربادی کا سبب ہیں۔ مال پر زکوۃ کے فرض ہونے پر اس کا حساب لگا کر ہر سال زکوۃ کی ادائیگی کرنا۔ اگر کوئی پڑوسی یا رشتہ دار روزمرہ استعمال میں آنے والی چیزیں مانگے تو حتی الامکان اسے منع نہ کرنا۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔ حقوق اللہ میں ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت نماز اور زکوۃ ہے۔

انوارِ حدیث

اللہ کے دوستوں سے عداوت کا انجام

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ

امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''الجامع الصحیح'' میں سیّدنا حضرت ابوہریرہؓ کے واسطے سے ایک حدیث قدسی نقل کی ہے:

قال رسول اللہ ﷺ إن اللہ تعالیٰ قال: من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو میری جانب سے اس کو اعلان جنگ ہے۔

یہ حدیث اور اس کی تعلیم تمام انسانوں کے لئے بالعموم اور اہل اسلام کے لئے بالخصوص بہت ہی اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ بسااوقات انسان کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے، اور رہائی کی سینکڑوں تدبیریں کرتا ہے، دعائیں کرتا ہے، دوسروں سے بھی دعائیں کراتا ہے، مگر مصیبت برقرار رہتی ہے، اسے خبر نہیں ہوتی ہے، کہ یہ بلا اس کے سر پر کیوں مسلط ہوتی ہے، مصائب بتا کر نہیں آتے کہ ان کا تسلط فلاں معصیت اور فلاں جرم کی بنا پر ہے، اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے کسی ولی کی عداوت ہوتی ہے، اس کی غیبت اور آبروریزی کرتا ہے، اسے ستاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں وہ خدا کے اعلانِ جنگ کے خطرہ میں گرفتار ہوتا ہے، اور جس کی لڑائی خدا سے ہو، اس کو کون سی تدبیر بچا سکتی ہے۔ آعاذنا اللہ منہ

اگر کوئی فرد کسی ایک ولی سے عداوت میں مبتلا ہوتا ہے، تو خدا کا قہر اس ایک فرد کی جانب متوجہ ہوتا ہے، اور اگر کوئی جماعت، کوئی معاشرہ، کوئی گروہ کسی ایک یا چند اولیاء اللہ سے بغض رکھتا ہے، تو وہ پوری جماعت، پورا معاشرہ اور پورا گروہ اس قہر وحرب کی زد میں آجاتا ہے۔ مولانا روم نے اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد | تا دلِ صاحب دلے نالد بدرد

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو رُسوا نہیں کرتے، جب تک کسی صاحب دل کا دل اس سے نہیں دکھتا۔

تاریخ کے اَوراق اورانسانی تجربات اس حدیث کی صداقت کی گواہی سے لبریز ہیں، جب اور جہاں کسی اللہ کے ولی کادل دکھایا گیا ہے، قہر خداوندی کے شرارے وہاں برسے ہیں، جب تک یہ نہیں ہوتا قومیں کفروشرک کے باوجود ایک مدت تک باقی رہتی ہیں، جوقومیں انبیاء کرام سے ٹکرائیں ان کا حشر کیا ہوا؟ قرآن کریم میں ان کے احوال پڑھ لیجئے، انبیاء کرام یقینی طور اللہ کے ولی ہیں، انبیاء کے علاوہ دوسرے اولیاء کی ولایت گو اس درجہ کی یقینی نہ ہو، لیکن انبیاء کرام کی بتائے ہوئے علامات سے انھیں پہچانا جاسکتا ہے۔

انسان ہلاکتوں سے بچنے کی حتی الامکان احتیاطی تدابیر اختیار کرتا ہے، اپنے جانی اور مالی نقصان سے ہر شخص ڈرتا ہے، کون چاہتا ہے کہ اسے کسی طرح کا ضرر لاحق ہو، پھر جہاں اورتدبیریں کی جاتی ہیں، امراض اور وباؤں کے لئے پیشگی ٹیکے لگواتے ہیں، وہیں اس کا اہتمام کیوں نہیں کیاجاتا کہ اللہ کے ولیوں کی عداوت اوران کی ایذارسانی سے خود کو لوگ بچائیں، عجیب بدقسمتی ہے کہ ایک شخص اپنی ہستی کو مٹا کر، اپنی شخصیت کو مٹا کر، اللہ ورسول کی تعلیمات پر خود کو قربان کرکے ’’حیوۃ طیبہ‘‘ حاصل کرتا ہے، اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے اور دوسرے افراد اس کا مذاق اُڑا کر، اس کی تذلیل کرکے، اس سے عداوت کرکے اللہ کے قہر وغضب میں مبتلا ہوتے ہیں، حالانکہ کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ایسے لوگ تباہ ہوجاتے ہیں، عجیب عجیب لاینحل مصیبتوں، ذلتوں اور بلاؤں میں ڈوبے جاتے ہیں، ایک کو دیکھ کر دوسرے کو عبرت حاصل کرنی چاہئے، مگر جیسے بھیڑوں کا ریوڑ ہو کہ ایک کنوئیں میں گرتی ہے، تو دوسرے کا قدم رکتا نہیں، وہ اسی میں جاپڑتی ہیں۔

ہاں سوال ہے کہ اللہ کا ولی کون ہے؟ تو شریعت اسلامیہ نے کسی بھی مسئلہ کو ناصاف نہیں چھوڑا ہے، ہر ایک کے حدود وعلامات مقرر فرمادیئے ہیں، آدمی ذرا تامل کرے تو بات بالکل واضح نظر آتی ہے۔

صاحب فتح الباری علامہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی شرح کے ذیل میں ولی کی تعریف یہ کی ہے: **المراد بولی اللہ العالم باللہ المواظب علی طاعتہ المخلص فی عبادتہ۔** اللہ کا ولی وہ ہے، جو اللہ کی معرفت رکھتا ہو ہمیشہ اللہ کی اطاعت کرتا ہو، اور اس کی عبادت میں مخلص ہو۔

یہ اللہ کے ولی کی تعریف بھی ہے، اور اس کے علامات کا بیان بھی ہے، جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگی، وہ ہر حال میں اللہ سے راضی ہوگا، اور ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے گا، اسے دیکھ کر، اس کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ یاد آئے گا، اللہ کی اطاعت کا ظاہراً بھی پابند ہوگا اور باطناً بھی، اور یہی اس کا حال اور مزاج ہوگا، اس کا

دلی جذبہ اور رُجحان اللہ کی اطاعت ہی کا ہوگا اور پھر اس کی عبادت کا منشاء کوئی غرضِ دنیاوی یا لذتِ نفسانی نہ ہوگا، بلکہ محض اللہ کے لئے وہ عبادت کرتا ہوگا، جس کے یہ احوال ہوں، ظن غالب یہ ہے کہ وہ اللہ کا ولی ہوگا، اس کی عداوت ضرور مہلک ہوگی۔

یہ تعریف تو حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں ذکر کی ہے، لیکن آئیے، حدیث کے باقی الفاظ کا بھی مطالعہ کرلیں، کہ زبان رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے خود اللہ تعالی نے اپنے ولی کی کیا شان بتائی ہے۔ فرماتے ہیں:

وماتقرب إلی عبدی بشیٔ أحب إلی مما افترضته علیه ومازال عبدی یتقرب إلی بالنوافل حتیٰ أحببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وإن سألنی لأعطیته ولئن استعاذنی لأعیذنه۔

اور بندہ جن چیزوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں میرے نزدیک محبوب ترین اعمال وہ فرائض ہیں جنھیں میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ اور بندہ نوافل کے واسطے سے برابر درجاتِ قرب میں ترقی کرتا جاتا ہے، یہاں تک کہ (ایک وقت وہ آتا ہے کہ) میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے تو میں اسے ضرور بالضرور دوں گا، اور اگر کسی چیز سے میری پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔

خیال کیجئے! فرائض ونوافل کی پابندی کرنے والا کہاں تک پہونچتا ہے، وہ اللہ کی محبوبیت کے کس مقام پر فائز ہوتا ہے، کہ سننا، دیکھنا، پکڑنا، چلنا بظاہر اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں سے ہورہا ہے مگر اللہ تعالیٰ اُن سب کی نسبت اپنی طرف فرمارہے ہیں، ظاہر ہے کہ جہاں شرف ومحبوبیت کی یہ کیفیت ہو، وہاں اگر اس سے کوئی دشمنی کرے گا، تو وہ دشمنی اس بندے سے کاہے کو ہوگی، اللہ ہی سے ہوگی، اور اللہ کا دشمن جسے اللہ تعالی جنگ کی دھمکی دے رہے ہوں، بچ کر کہاں جاسکتا ہے۔

لیکن ابھی معاملہ اسی پر ختم نہیں ہے، اس محبوبیت ومقبولیت کی مزید معراج دیکھئے، فرماتے ہیں:

وماترددت عن شیٔ أنا فاعله ترددی عن نفس المومن یکره الموت وأنا أکره مساء ته

اور جن کاموں کو مجھے کرنا ہوتا ہے، ان میں سے کسی میں مجھے وہ تردد نہیں ہوتا جو مومن کی موت

کے سلسلے میں ہوتا ہے، مومن موت کو ناگوار سمجھتا ہو اور مجھے اس کی ناگواری گوارا نہیں ہوتی۔

خیال فرمائیے! ایک بندۂ مومن جو ولایت کے مذکورہ احوال سے متصف ہو، اس کی پسند وناپسند کا اللہ کو کس درجہ لحاظ ہے۔

یہاں حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ شیخ ابوالفضل بن عطاء کے حوالے سے ایک ضروری تنبیہ تحریر فرماتے ہیں، اللہ نے جو فرائض مقرر فرمائے ہیں، ان میں وہ فرائض ظاہرہ بھی ہیں، جن کا کرنا فرض ہے جیسے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ، اور وہ بھی داخل ہیں جن کا ترک فرض ہے، جیسے زنا اور قتل وغیرہ، اسی طرح وہ فرائض بھی اس میں داخل ہیں جن کا تعلق باطن اور قلب سے ہے، فعلاً بھی اور ترکاً بھی، مثلاً اللہ کی معرفت، اس کی محبت، اس پر توکل، اس کا خوف وغیرہ

بہرحال جن کے یہ احوال واوصاف ہوں، ان سے دشمنی کرنا خطرناک ہے، احتیاط تو اس میں ہے کہ کسی بندۂ مومن کی عداوت اپنے دل میں نہ رکھے، لیکن جن مومنین کے کچھ خصوصی احوال ہوں، ان کی دشمنی اور ایذارسانی سے بہت بچنا چاہئے ورنہ قدرت کا انتقام ایسی راہوں سے آئے گا جس کا وہم وگمان بھی آدمی کو نہ ہوگا۔

فالحذر الحذر من معاودة اولیائه تعالیٰ۔ أللٰھم إنا نسالک حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنا إلیٰ حبک یاأرحم الراحمین۔

اللہ کے دوستوں کی عداوت ودشمنی سے بچنا بہت ہی ضروری ہے۔ اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی محبت کی درخواست کرتے ہیں، اسی طرح تیرے محبوب بندوں کی محبت کا سوال کرتے ہیں اور ایسے اعمال کی توفیق مانگتے ہیں جو تیرے تقرب کا ذریعہ ہوں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا جنازہ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے اس بات کی وصیت کرنا چاہی کہ ان کے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر ہوتا رہے مگر مولوی اسماعیل صاحب نے اختلاف کیا اور کہا کہ حضرت یہ ایک نئی بات ہے کہیں بدعت کا دروازہ نہ کھل جائے اور لوگ اس کو معمول بنالیں، حاجی صاحب نے فرمایا بہت اچھا جیسی علماء کی رائے ہو، جب جنازہ روانہ ہوا تو سب لوگ خاموش چل رہے تھے اچانک ایک عرب زور سے بولے، "مالکم ساکتین اذکروا اللہ" تم لوگ خاموش کیوں ہو، اللہ کا ذکر کرو۔

اس کا یہ کہنا تھا کہ بے اختیار سارا مجمع ذکر کرنے لگا، مولوی اسماعیل کہنے لگے کہ میں نے حضرت حاجی صاحب کو اس وصیت سے منع کر دیا تھا مگر جب حق تعالیٰ ہی کسی کی وصیت پوری کرنا چاہیں تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ (ماہنامہ سلوک واحسان، صفر ۱۴۲۷ھ)

عصرِ حاضر

اہانت رسولؐ کے واقعات

اور مسلمانوں کا طرز عمل

مولانا یحییٰ نعمانی، لکھنؤ

ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ اسلامی شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہر قسم کے حالات کے لیے رہنمائی اور نمونہ موجود ہے۔ خصوصاً ایسے اجتماعی مسائل جن کا تعلق مسلمانوں کی پوری امت سے اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلق جیسے نازک مسائل سے ہو، ان میں ہمارا دینی فرض ہے کہ اللہ ورسول کی رہنمائی کے بغیر ایک قدم بھی نہ بڑھائیں۔ موجودہ زمانے میں اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس مبارک کی توہین کے ملعون واقعات بھی اسی زمرہ کی چیز ہیں۔ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سنگین اور گھناؤنی تہمتیں لگائی جائیں اور مسلمانوں کو سخت برا نہ لگے۔

یقیناً برا لگنا، بلکہ شدید تکلیف واذیت محسوس کرنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو تو ایمان نہیں ہے۔ لیکن اس تکلیف اور اذیت کے عالم میں کیا ردعمل ظاہر کرنا ہے، یہ خود اسی رسول سے سیکھنا اور اسی کی سنت سے معلوم کرنا ہے، جس نے صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے ایسے ایمان والے مطلوب ہیں جو اپنے دل کی ہر خواہش کو میری ہدایات واحکام کے تابع کردیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اہانت اسلام کی حرکتیں بھی واقع ہوتی ہیں اور توہین رسول کی لعنتیں بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بھی دی گئیں۔ یہاں تک کہ آپ کی پاکیزہ زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر ملعون منافقوں نے گھناؤنے الزام بھی لگائے۔ ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ آپؐ نے مختلف موقعوں پر کیا طرز عمل اختیار فرمایا اور قرآن وحدیث نے مسلمانوں کو کیا کرنے کا حکم دیا۔

۱۔ اسلامی شریعت میں مجرم کو قانونی سزا دینے کا اختیار (Authority) باقاعدہ قائم

حکومت کو ہے۔ لہٰذا اہانت رسول کی حرکت کا مجرم اگر اسلامی ریاست کا باشندہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سخت سزا دی۔ یہ ایک مشہور یہودی مجرم کعب بن الاشرف کا واقعہ ہے (بخاری)۔

۲— لیکن اسلامی ریاست کے قلم رو میں ہی رہنے والے عبد اللہ ابن ابی ابن سلول نے جب ایسی ہی حرکت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم پاک کو نشانہ بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قانونی سزا دینے کا ارادہ کیا تو اندازہ ہوا کہ اس سے مدینہ میں فتنہ پیدا ہو جائے گا اور حالات بگڑ جائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا (صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک)۔

۳— اسی شخص کی اسلامی ریاست کے خلاف ایک ایسی ہی خطرناک سازش اور فتنہ انگیز حرکت پر بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ اس کو قتل کی وہ سزا دی جائے جو ایسے جرائم کے لیے قانونی طور پر مقرر ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس سے لوگوں کو ہم کو بدنام کرنے اور یہ کہنے کا موقعہ مل جائے گا کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دیتے ہیں۔ (سنن ترمذی تفسیر سورہ منافقون)۔

یہاں بھی آپ نے حالات کی نزاکت کا خیال مقدم رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے واضح رہنمائی ملتی ہے کہ اگر کسی مجرم کی سزا قانون میں مقرر ہو، لیکن اس کو سزا دینے سے فتنہ وخونریزی کا خطرہ ہو، یا صورت حال ایسی ہو کہ اعدائے اسلام کو پروپیگنڈہ اور بدنام کرنے کا موقعہ مل جائے گا اور اس پروپیگنڈے کے مؤثر اور کامیاب ہونے کا بھی اندیشہ ہو، تو پھر ایسی حرکتوں پر مسلمان اپنی ایک خود مختار اسلامی ریاست ہونے کے باوجود (اور قانونی اختیار ہونے کے باوجود) کوئی اقدام نہیں کریں گے۔

۴— اور اگر اہانت اسلام یا توہین رسول کے واقعات کا مجرم اسلامی ریاست سے باہر کا ہوتا تھا، یا ہوتا تو اندر کا تھا مگر کسی مجبوری کی وجہ سے اُس کو سزا دینا ممکن نہیں ہوتا تھا، تو ایسی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل صرف اور صرف نظر انداز کر دینے اور صبر کرنے کا تھا۔ اور یہی قرآن کا حکم تھا۔

ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين أشركوا أذى كثيرا، وان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الأمور۔ (آل عمران: ۱۸۶)

تم ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین سے بھی بہت سی دل دکھانے والی باتیں سنو گے۔ لیکن اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ پر قائم رہو گے تو یہ ہوگی مضبوطی اور ہمت کی بات۔

یہ اہل کتاب مدینہ کی اسلامی ریاست میں رہتے تھے، مسلمان اس ریاست کا طاقتور اور مضبوط حصہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بلاشرکت غیر حاکم۔ مگر دیکھیے قرآن کہہ رہا ہے کہ ایسی دل آزار حرکتوں کا جواب ہمت و دانش کے ساتھ اختیار کیا گیا صبر کا رویہ ہے۔ اور اس کے ساتھ تقوی والی زندگی اور اس کی جدو جہد مسلمانوں کا اصل مشن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردعمل ایسے وقعات پر اسی کے مطابق تھا، نہ اشتعال نہ بے صبری، نہ ادھم کود۔

یہ تو ہوئیں قرآن وسنت کی واضح ہدایات۔ اب آئیے ذرا عقل عام کی رو سے اہانت رسول کے موجودہ واقعات پر غور کیجیے۔ ان واقعات کے کیا مقاصد ہیں، یہ جاننے کے لئے زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں ہے، یہ سب ان شاطر تنظیموں اور لابیوں کی کارستانی ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کی عام فضا پیدا کرنا چاہتی ہیں۔

اب سوچیے کہ اہانت رسول کی حرکتوں پر کیا کرنا چاہیے؟؟ اس کے لیے ہندی مسلمانوں کو اپنی حیثیت اور ملکی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے راستہ چننا ہوگا۔ اور اس انتخاب میں ہمت وحوصلہ اور حکمت وحقیقت پسندی دونوں پہلوؤں کی رعایت کرنی ہوگی۔ ہم ہندی مسلمان ایک مجبور ومحکوم قوم کی طرح رہنے کے لیے تیار نہیں۔ ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم اپنے ہم ملکوں کے لیے نہایت ہمدرد، خیرخواہ لیکن ایک باعزت قوم کی طرح رہیں گے، اپنی اس حیثیت وعزت کے لیے ہم کو ہر ممکن جدو جہد کرنی چاہیے، اپنے ہم وطنوں، حکومتوں اور انتظامیہ کے حلقوں کے لیے یہ صاف ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی توہین پر ہم کبھی خاموش نہیں رہ سکتے۔ ملک کے شہریوں کا حکومت اور ریاست پر حق ہے کہ وہ ان کے احساسات اور دینی جذبات کی رعایت اور ان کے تحفظ کو اپنی ذمہ داری سمجھے۔ یہ ان پر آئینی اور قانونی اور ہمارا انسانی حق ہے۔ اب اگر اس حق کو کوئی پامال کرتا ہے، اور حکومتیں تساہل یا نفرت پرستانہ بدنیتی کی وجہ سے اس مجرم کی داروگیر کرنے میں آن کانی کرتی ہیں تو ان کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے پر مجبور کرنے کی پوری کوشش کرنا ہمارا دینی اور ملکی فریضہ ہے، جس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہیے۔

لیکن اس جدو جہد کا انداز وطرز کیا ہوگا اس کا تمام دارومدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور نمونہ کے مطابق ہونا شرعی حکم ہے۔

ہمارا ملک اس وقت مسلم دشمن نفسیات میں غرق ہے، ایسا غرق، کہ اس کی کوئی نظیر ماضی میں نہیں

ملتی، یہ ماحول ایک حقیقت ہے، اس سے ہم کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ اور اکثریت میں نفرت کی آگ جلتی رہے تو کوئی کمزور اقلیت کیسے اپنی عزت وبقا کی حفاظت کر سکتی ہے؟؟

یہاں آ کر ہم دیکھتے ہیں کہ توہین اسلام کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کا طریقۂ کار ہمارے لیے بالکل مناسب اور مطابق حال رہنمائی کا سامان فراہم کرتا ہے۔

ہماری موجودہ پوزیشن اور ملکی حالات کے لحاظ سے اس کی اصولی رہنمائی یہ ہے کہ ایسی حرکتوں پر ہمارا ردعمل پورے عزم کے ساتھ یہ ہونا چاہیے کہ ہم ان مجرموں کو سزا دلوانے کی جان توڑ محنت کریں۔ لیکن ہر دم یہ خیال رہے کہ ہمارا دشمن نفرت کا بازیگر ہے، ذرا سی بے احتیاطی کو وہ ہتھیار بنا کر اپنا کام بنا لے گا۔ اور پھر یہی نہیں کہ ہم نقصان اٹھائیں گے، بلکہ کچھ مزید ملعونوں میں (معاذ اللہ) ناموس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارادہ پیدا کر دیں گے۔ اس لیے ہمیں اس کی بھی آخری حد تک محنت کرنی ہوگی کہ ہم قانونی اور اخلاقی اصولوں کا ایسا بھرپور خیال رکھیں کہ کسی بے گناہ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ ہماری ایسی تحریکیں عزم وہمت، اتحاد وتعاون اور سرگرمی وجوش کے ساتھ تہذیب کے اعلیٰ معیار کا بھی نمونہ ہوں۔ جب ہی وہ مؤثر اور مفید ہو سکیں گی۔ اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یقیناً گناہ گار اور اسی رسول کے نافرمان ہوں گے جس کی اہانت سے ہم رنجیدہ ہیں۔ اور گناہ بھی معمولی نہیں۔ وہ گناہ جس سے ملک میں اسلام اور مسلمانوں کو اور ان کے مستقبل کو نقصان پہنچ جائے سنگین گناہ ہے۔

دنیا کے جو فتنہ انگیز مسلمانوں کے دشمن بنے ہوئے ہیں وہ بظاہر اپنی ان ملعون حرکتوں سے باز آنے والے نہیں۔ اس لیے ہمارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والوں کو اپنی قوم کی اس سلسلے میں ذہنی تربیت کرنی ہوگی۔ یہ ان کا دینی وملی فریضہ ہے۔

ابھی حال میں CA اور NRC کے خلاف ہم نے ایسی ہی ایک تاریخی تحریک چلائی تھی، اس کی تاثیر اور قوت کے راز دو تھے۔ پہلا یہ کہ اس میں ہم نے اپنے کیس کو اس معقول انداز میں پیش کیا تھا کہ شریف غیر مسلم بھی اس کے خلاف نہیں ہو سکتے تھے۔ ذرا سوچیے کہ کیا اہانت رسول کے واقعات میں ہم اپنی تکلیف کا ایسے انداز میں اظہار کرنے کا اہتمام کرتے ہیں؟ کیا اپنے مطالبے کو ایسے معقول طرز میں رکھنے کی ہم کوشش کرتے ہیں کہ فتنہ پروروں اور ظلم پسندوں کے علاوہ ہر غیر مسلم ہمارا ہم نوا ہو، یا کم از کم ہمارے مطالبہ کو ناجائز نہ سمجھے؟ اُس

تحریک کی قوت وتاثیر کا دوسرا راز یہ تھا کہ وہ جمہوری انداز میں قانون کی پابندی کے ساتھ اور مکمل پر امن جدوجہد تھی۔کیسی کیسی کوششیں کی گئیں اس تحریک کو امن وقانون کے راستے سے ہٹانے کی،مگر نوجوانوں نے ہمت وجگرداری کے ساتھ ہوش ودانائی کا وہ ثبوت دیا کہ دنیا حیران رہ گئی۔

اس کا مطلب ہے کہ ہم ایسا کرسکتے ہیں۔اوران شاء اللہ آئندہ ایسا کریں گے اور حق وانصاف اور انسانیت وشرافت کا بول بالا کریں گے۔

اے شاہِ امم

از: حضرت مولانا فضل حق عارفؔ خیرآبادی مدظلہ

کیا عرض کریں اے شاہِ امم! اپنی جو شکستہ حالی ہے
چھوڑا ہے ترا رستہ ہم نے غیروں کی رَوِش اپنالی ہے
بکھرا ہے عمل کا شیرازہ، چہرے پہ نمائش کا غازہ
اللہ ہی کرم اب فرمائے، سنت کی جو یہ پامالی ہے
انداز رہائش بھی بدلا، بدلی ہوئی پوشش ہے اپنی
غیروں کی معیشت اپنا کر، خوش ہیں کہ یہی خوش حالی ہے
رنگ روپ میں شکلیں روپہلی، ہے قول وعمل میں دو رنگی
کردار کے جوہر سے یکسر زنبیل ہماری خالی ہے
قرآں کی تلاوت شام و سحر، پہلے تو ہوا کرتی گھر گھر
اب سازِ طرب محفل محفل، گھر حسنِ عمل سے خالی ہے
گرداب بلا میں کشتی ہے ہر سو ہے تلاطم خیز ہوا
امید کا سورج گہنایا اور رات بھی کالی کالی ہے
ہوجائے نگاہِ لطف و کرم، اے شاہِ امم اے شاہِ امم!
اب منھ کو کلیجہ آیا ہے اب سانس اکھڑنے والی ہے
جی توڑ کے روئے ہے عارفؔ چہرہ ہوا فق نبضیں ڈوبیں
پامال و پریشاں امت کا اب تو ہی ولی و والی ہے

علمی تحقیق

گذشتہ سے پیوستہ

خروجِ "یاجوج ماجوج" کے بارے میں اِسلامی عقیدہ

قرآن وحدیث کی تصریحات اور اہلِ حق کی تحقیقات کی روشنی میں

مولانا محمد معاویہ سعدی
استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

کیا یاجوج ماجوج کا خروجِ موعود ہو چکا ہے؟

گذشتہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہو چکی کہ "وعدۂ ربانی" سے مراد قربِ قیامت کا وقت ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ قربِ قیامت کی ابتداءِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہو چکی ہے، اور اسی وقت سے اُس آہنی دیوار میں دراڑیں بھی پڑنی شروع ہو گئی ہیں۔

مگر کیا یاجوج ماجوج بھی اَب نکل چکے ہیں؟ یا ان کے خروجِ موعود کا وقت اَبھی نہیں آیا؟

اِس سوال کے جواب میں ہم پہلے متعلقہ نصوص پیش کرتے ہیں، پھر ان شاء اللہ ان کی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کریں گے:

۱— سورۂ انبیاء میں یاجوج ماجوج کے خروج کا تذکرہ اِن الفاظ میں کیا گیا ہے:

حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ (الأنبياء ۹۶-۹۷)۔ یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے، اور وہ ہر بلندی سے نکلتے/پھسلتے ہوں گے، اور سچا وعدہ نزدیک آپہنچا ہوگا، تو بس پھر ایک دم سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، کہ ہائے کم بختی ہماری کہ ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم قصوروار تھے۔

۲— صحیح مسلم شریف (۲۹۳۷) میں حضرت نوّاس بن سمعانؓ کی طویل روایت میں ہے:

فبينما هو كذلك إذ أوحى الله إلى عيسى: إني قد أخرجتُ عبادا لي، لا يَدانِ لأحد بقتالهم، فحرِّز عبادي إلى الطور، ويبعث الله يأجوج ومأجوج، وهم من كل حدب ينسلون

عیسی علیہ السلام (قتلِ دجال کے بعد) ابھی اسی حال میں ہوں گے کہ حق تعالی کا حکم ہوگا کہ اَب میں اپنے بندوں میں ایسے لوگوں کو نکال رہا ہوں جن کے مقابلے کی کسی کو طاقت نہیں، آپ مسلمانوں کو جمع کر کے کوہِ طور پر چلے جائیں، (چنانچہ عیسی علیہ السلام ایسا ہی کریں گے)، اور حق تعالی یاجوج ماجوج کو کھول دیں گے، اور وہ (سرعتِ سیر کے سبب) ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے۔

یہی مضمون حضرت ابوسعید خدری، حضرت عبداللہ بن مسعود، اور ابن حرملہ کی خالہ جان رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۳۔ صحیح مسلم شریف (۲۹۰۱) میں حضرت حُذیفۃ بن اُسید الغِفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اُس سے پہلے کی دس علامتیں نہ پائی جائیں: دخان، دجال، دابۃ الأرض، مغرب سے طلوعِ شمس، نزولِ عیسی، خروجِ یاجوج وماجوج، اور تین جگہوں (مشرق، مغرب، اور عرب) میں زمین میں دھنسنے کے واقعات، پھر آخر میں ایک آگ یمن کی طرف سے ظاہر ہوگی جو باقی ماندہ لوگوں کو میدانِ حشر کی طرف ہانک دے گی (اور پھر صور پھونکا جائے گا، اور قیامت آجائے گی)۔

مذکورہ روایات سے حاصل شدہ نتائج:

اِن روایات میں یہ تین عقیدے بالکل واضح ہیں، جن کو ماننا اور ان پر یقین ایمان والے کی پہچان ہے:

۱۔ یاجوج ماجوج کا خروجِ موعود قیامت کے بالکل قریب ہوگا۔

۲۔ یہ خروج ظہورِ مہدی، نزولِ عیسی اور قتلِ دجال کے بعد ہوگا۔

۳۔ اِس خروج میں ظاہر ہونے والے یاجوج ماجوج کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت بالکل نہیں کر سکے گی، یہ صرف حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے رفقاء کی دعاؤں کی برکت ہی سے معجزاتی طور پر ہلاک ہوں گے۔

محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''احادیث میں یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول خروجِ دجال کے بعد ہوگا، پھر آپ ہی اُس کو قتل فرمائیں گے، اور لوگوں کو اُس کا خون اپنے نیزے پر دکھائیں گے، پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے، تو اللہ تعالی اُن کو بھی آپ ہی کی دعا کی برکت سے ہلاک فرمائیں گے'' (فیض الباری ۴/ ۳۵۵، وعقیدۃ الإسلام: ۲۹۶)۔

یہاں یہ بات پیشِ نظر رکھنی ضروری ہے کہ ایک تو ہے گذشتہ یا موجودہ اقوامِ عالم میں سے کسی قوم پر یاجوج ماجوج کا اِطلاق، اِس میں تو کچھ حرج نہیں، اِس لیے کہ یہ ایک تاریخی بحث ہے کہ دنیا میں پائی جانی والی اقوام میں سے کون سی قوم، کس نسل سے تعلق رکھتی ہے؟

اگر مؤرخین: آثار وقرائن کی روشنی میں منگول، ترک، اہلِ روس وچین اور یورپین اقوام کو یاجوج ماجوج کی نسل سے قرار دیتے ہیں، تو یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔

ممکن ہے ایسا ہی ہو، اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ یہ بھی ممکن ہے (واللہ اعلم) کہ یہ اقوام یافث بن نوح کی عام نسل سے ہوں، اور یاجوج ماجوج اور دجال اُن ہی کی نسل کے کسی انسان، اور جنات کی نسل کی کسی جنّیہ کے اختلاط سے جاری ہونے والی نسل سے ہوں، اسی بنا پر ان پر ''ذریتِ آدم'' کا اِطلاق بھی اپنی جگہ درست ہے، اور ''نسلِ نوح'' سے ہونے کا قول بھی منطبق ہے۔

ان کے اندر کچھ انسانی خواص، اور کچھ شیطانی اوصاف کا پایا جانا وجدانی طور پر اس قول کی تائید بھی کرتا ہے، اگرچہ کوئی منقول ومعتبر دلیل اس پر فراہم نہیں کی جاسکتی۔

مگر یہاں اصل تشویش اِس بات پر ہے کہ نسل سے متعلق اِس دعوی کی آڑ میں اُس مخصوص وحشی اور فسادی قبیلہ کے وجود کا انکار کیا جاتا ہے، جس کے وجود اور آئندہ خروج کی خبر قرآن وحدیث دونوں میں صریح طور پر وارد ہوئی ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی تو سمجھنا چاہیے کہ جب ساتویں صدی ہجری میں منگولوں نے اسلامی حکومتوں اور عرب خلافت کو تاراج کیا تو اُس زمانہ میں بھی بعض علماء نے چنگیز خان وہلاکو خان کو یاجوج ماجوج کی نسل سے، یا ان کے مشابہ قرار دیا تھا، اور بعض محققین نے حدیث: ''**ویل للعرب، من شر قد اقترب، فتح الیوم من ردم یأجوج ومأجوج مثل ھذہ**'' کے تحت یہ لطیف نکتہ بھی بیان فرمایا کہ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یاجوج ماجوج (یا اُن کے ہراوَل دَستہ) ہی کے خروج سے ''عرب کی ہلاکت''، اور اُن کی (بنوعباس کی) خلافت کا خاتمہ ہوگا (الکواکب الدراری للکرمانی (۹/ ۱۴)، وقصص القرآن (۳/ ۱۵۴) از: سیوہاروی)۔

مگر جمہور مفسرین ومحققین اِس بات پر متفق ہیں کہ ترک، منگول اور اہلِ چین وغیرہ اگرچہ ممکنہ طور پر یاجوج ماجوج کی نسل سے ہوسکتے ہیں، مگر یاجوج ماجوج کا ''خروجِ موعود'' ابھی تک بہر حال نہیں ہوا ہے، اور

وہ ظہورِ مہدی، خروجِ دجال، اور نزولِ عیسیٰ کے بعد ہی ہوگا، اور وہ قیامت کی بالکل آخری علامتوں میں سے ہے، جس کے بعد اِس دنیا کا قیام بس چند سالہ رہ جائے گا۔

مفسر قرطبی [ت : ۶۷۱ھ] جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور عالم ہیں، اور تاتاریوں کے حملے کے زمانہ میں موجود تھے، وہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تُرکوں (تاتاریوں) کے متعلق جو باتیں بتلائی ہیں وہ یاجوج وماجوج سے ملتی ہوئی ہیں، اور آخر زمانے میں مسلمانوں کی ان سے جنگ ہونا ''صحیح مسلم'' کی حدیث میں ہے، اور اس زمانے میں ترک قوم کی بڑی بھاری تعداد مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلی ہوئی ہے، جن کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، وہی مسلمانوں کو ان کو شر سے بچا سکتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی یاجوج وماجوج ہیں، یا کم از کم ان کا مقدمہ ہیں''۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

''قرطبی نے ان کو یاجوج وماجوج کے مشابہ اور ان کا مقدمہ قرار دیا ہے، ان کے فتنہ کو وہ خروجِ یاجوج وماجوج نہیں بتایا جو علاماتِ قیامت میں سے ہے، کیونکہ صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور میں اس کی تصریح ہے کہ وہ خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اُن کے زمانے میں ہوگا۔

اسی لیے علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں ان لوگوں پر سخت رد کیا ہے جنھوں نے تاتاریوں کو یاجوج وماجوج قرار دیا، اور فرمایا کہ ایسا خیال کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے، اور نصوصِ حدیث کی مخالفت ہے، البتہ یہ انھوں نے بھی فرمایا کہ بلاشبہ یہ فتنہ یاجوج وماجوج کے فتنہ کے مشابہ ضرور ہے۔

اِس سے ثابت ہوا کہ اس زمانے میں جو بعض مؤرخین موجودہ روس، یا چین، یا دونوں کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہیں، اگر اس سے ان کی مراد یہی ہوتی جو قرطبی اور آلوسی نے فرمایا کہ ان کا فتنہ فتنہ یاجوج وماجوج کے مشابہ ہے، تو یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوتا، مگر اسی کو وہ خروجِ یاجوج وماجوج قرار دینا جس کی خبر قرآن وحدیث میں بطور علاماتِ قیامت دی گئی، اور اس کا وقت نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بتلایا گیا، یہ قطعاً غلط اور گمراہی، اور نصوصِ حدیث کا انکار ہے''۔

حضرت مفتی صاحبؒ مزید فرماتے ہیں:

''آج کل تاریخ وجغرافیہ کے ماہرین اہل یورپ اس وقت ان شمالی دیواروں میں سے کسی کا موجود ہونا تسلیم نہیں کرتے، اور نہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اب بھی یاجوج وماجوج کا راستہ بند ہے،

اس بناء پر بعض اہل اسلام مؤرخین نے بھی یہ کہنا اور لکھنا شروع کر دیا ہے کہ یاجوج وماجوج جن کے خروج کا قرآن وحدیث میں ذکر ہے، وہ ہو چکا ہے۔

بعض نے چھٹی صدی ہجری میں طوفان بن کر اٹھنے والی قومِ تاتار ہی کو اس کا مصداق قرار دے دیا ہے، بعض نے اِس زمانے میں دنیا پر غالب آجانے والی قوموں: روس اور چین اور اہلِ یورپ کو یاجوج وماجوج کہہ کر اس معاملہ کو ختم کر دیا ہے۔

مگر جیسا کہ اوپر بحوالہ ''روح المعانی'' بیان ہو چکا ہے کہ یہ سراسر غلط ہے، احادیثِ صحیحہ کے اِنکار کے بغیر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس خروجِ یاجوج وماجوج کو قرآنِ کریم نے بطورِ علامتِ قیامت بیان کیا، اور جس کے متعلق صحیح مسلم کی حدیثِ نوّاس بن سمعانؓ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے کہ یہ واقعہ خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور قتلِ دجال کے بعد پیش آئے گا، وہ واقعہ ہو چکا، کیونکہ خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام بلا شبہ اَب تک نہیں ہوا۔

البتہ یہ بات بھی قرآن وسنت کی کسی نص صریح کی خلاف نہیں ہے کہ سدِ ذوالقرنین اِس وقت ٹوٹ چکی ہو، اور یاجوج وماجوج کی بعض قومیں اِس طرف آچکی ہوں، بشرطیکہ اس کو تسلیم کیا جائے کہ ان کا آخری اور بڑا حملہ جو پوری انسانی آبادی کو تباہ کرنے والا ثابت ہوگا، وہ ابھی نہیں ہوا، بلکہ قیامت کی ان بڑی علامات کے بعد ہوگا جن کا ذکر اوپر آچکا ہے، یعنی خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ (علیہ السلام) وغیرہ۔

اس کا تحقق یوں بھی ہوسکتا ہے کہ دیوار منہدم ہو کر راستہ ابھی کھل گیا ہو، اور یاجوج وماجوج کے حملوں کی ابتداء ہو چکی ہو، خواہ اس کی ابتداء چھٹی صدی ہجری کے فتنۂ تاتار سے قرار دی جائے، یا اہلِ یورپ اور روس وچین کے غلبہ سے، مگر یہ ظاہر ہے کہ اِن متمدن قوموں کے خروج اور فساد کو جو آئینی اور قانونی رنگ میں ہو رہا ہے، وہ فساد نہیں قرار دیا جاسکتا، جس کا پتہ قرآن وحدیث دے رہے ہیں کہ خالص قتل وغارت گری اور ایسی خوں ریزی کے ساتھ ہوگا کہ تمام انسانی آبادی کو تباہ وبرباد کر دے گا۔

بلکہ اس کا حاصل پھر یہ ہوگا کہ انہی مفسد یاجوج وماجوج کی کچھ قومیں اس طرف آکر متمدن بن گئیں، اسلامی ممالک کے لیے بلا شبہ وہ فسادِ عظیم اور فتنۂ عظیمہ ثابت ہوئیں، مگر ابھی اُن کی وحشی قومیں جو قتل وخوں ریزی کے سوا کچھ نہیں جانتیں، وہ تقدیری طور پر اس طرف نہیں آئیں، اور بڑی تعداد اُن کی ایسی ہی ہے، اُن کا خروج قیامت کے بالکل قریب میں ہوگا'' انتہی۔

(باقی آئندہ، ان شاء اللہ۔)

آئینۂ ایام

بھارت

ایک ہندو فاشسٹ اسٹیٹ بنتا جارہا ہے

اروندھتی رائے

ترجمانی : محمد عفان منصور پوری

(ملک کے موجودہ حالات پر معروف سماجی کارکن اور بے باک قلم کار اروندھتی رائے نے انگریزی زبان میں ایک چشم کشا تحریر لکھی ہے جسے الجزیرہ اور عالمی میڈیا نے بڑے پیمانے پر نشر کیا ہے، بزبان اردو اس تحریر کی ترجمانی پیش خدمت ہے)

گزشتہ چند مہینوں کے دوران، وزیر اعظم نریندر مودی کی بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کی حکومت والی ریاستوں میں خاص طور پر حکام نے ان گھروں، دکانوں اور کاروبار کی جگہوں کو بلڈوز کرنا شروع کردیا ہے جن کا تعلق محض حکومت مخالف مظاہروں میں حصہ لینے کے شبہ میں مسلمانوں سے ہے، ان ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ نے اپنی انتخابی مہم میں اس پالیسی کو فخریہ انداز میں پیش کیا ہے، میرے ذہن میں یہ اس لمحے کی نشان دہی کرتا ہے جب نقائص سے لبریز کمزور جمہوریت کھلے عام اور ڈھٹائی سے زبردست عوامی حمایت کے ساتھ ایک مجرم، ہندو فاشسٹ ادارے اور اسٹیٹ میں تبدیل ہوگئی ہے، اب ہم پر ایسے غنڈوں کی حکمرانی نظر آتی ہے جو ہندو بھگوان کے طور پر تیار کیے گئے ہیں، ان کی کتاب میں مسلم عوام دشمن نمبر ایک ہیں۔

ماضی میں مسلمانوں کو قتل وغارت، لنچنگ، ٹارگٹ کلنگ، حراستی قتل، جعلی پولیس مقابلوں اور جھوٹے بہانوں سے قید کی سزائیں دی جاتی رہیں اب ان کے گھروں اور دوکانوں کو بلڈوز کرنا اس فہرست میں شامل ایک نیا اور انتہائی موثر ہتھیار ہے۔ جن طریقوں سے اس واقعہ کی اطلاع دی جارہی ہے اور اس کے بارے میں لکھا جارہا ہے اس سے بلڈوزر کو ایک طرح کی الٰہی اور انتقامی طاقت کے ساتھ جوڑنے کا تاثر دیا گیا ہے، اپنے بڑے دھاتی پنجوں کے ساتھ یہ خطرناک مشین جسے دشمن کو کچلنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اسے شیطانوں کو مارنے والے ایک افسانوی خدا کے مکینیکل ورژن کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔

برطانیہ کے وزیر اعظم بورس جانسن نے اپنے حالیہ دورہ ہندوستان کے دوران ایک بلڈوزر کے ساتھ

کھڑے ہوکر فوٹو کھنچوایا تھا، یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ وہ بالکل نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کررہے ہیں اور وہ کس کی حمایت کررہے ہیں ورنہ کوئی سربراہ مملکت ریاستی دورے کے دوران بلڈوزر کے ساتھ کھڑا ہونے جیسا عجیب و غریب کام کیوں کرے گا؟ اپنی طرف سے، سرکاری حکام کا اصرار ہے کہ وہ مسلمانوں کونشانہ نہیں بنارہے ہیں اور محض غیرقانونی طور پر تعمیر کی گئی جائیدادوں کومنہدم کررہے ہیں؛ لیکن یہ استدلال کسی عقلمند کو قائل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، دراصل اس کا مطلب مذاق اڑانا اور دہشت پھیلانا ہے؛ کیونکہ حکام اور بیشتر ہندوستانی جانتے ہیں کہ ہندوستان کے ہر قصبے اور شہر میں زیادہ تر تعمیرات یا تو غیر قانونی ہیں یا نیم قانونی، بغیر کسی نوٹس، اپیل یا سماعت کے موقع کے خالصتاً تعزیری وجوہات کی بنا پر مسلمانوں کے گھروں اور کاروباروں کو بلڈوز کرنے سے کئی چیزیں بیک وقت حاصل ہوجاتی ہیں۔ بلڈوزر کے دور سے پہلے مسلمانوں کو سرپھرے ہجوم اور پولیس کے ذریعے سزادی جاتی تھی، پولیس کا عملہ یا توسزادینے میں شریک ہوتا تھا یا پھر منہ موڑ کے کھڑے رہنے کا انتخاب کرتا تھا، اب املاک کو بلڈوز کرنے میں صرف پولیس ہی نہیں بلکہ میونسپل حکام، میڈیا جو قتل کے تماشے کو وسعت دینے اور نشر کرنے کے لیے موجود رہتے ہیں، اور عدالتیں بھی شامل ہورہی ہیں جو اس ظالمانہ کارروائی کی روک پر مداخلت نہیں کرنا چاہتیں۔

اس کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ تم اپنے طور پر جو چاہو کرلو کوئی مدد نہیں آئے گی اور حد یہ ہے کہ آپ کی اپیل کی سماعت کے لئے کوئی عدالت تیار نہ ہوگی۔

دوسری کمیونٹیز سے تعلق رکھنے والے حکومت مخالف مظاہرین کی املاک کو کبھی بھی اس طرح نشانہ نہیں بنایا جاتا، مثال کے طور پر، ۱۶؍جون کو بی جے پی حکومت کی فوج میں بھرتی کی نئی پالیسی سے مشتعل دسیوں ہزار نوجوان پورے شمالی ہندوستان میں پرتشدد ہنگامے پر چلے گئے انہوں نے ٹرینوں اور گاڑیوں کو جلادیا، سڑکیں بلاک کردیں اور ایک قصبے میں انہوں نے بی جے پی کا دفتر بھی جلادیا؛ لیکن ان میں سے چونکہ اکثر مسلمان نہیں ہیں اسلئے ان کے گھر اور خاندان محفوظ رہیں گے۔

۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء کے دو عام انتخابات میں بی جے پی نے یہ دکھایا ہے کہ اسے قومی انتخابات میں پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرنے کے لیے ہندوستان کی دوسو ملین مسلم آبادی کے ووٹ کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا درحقیقت اس کو ہم ایک طرح سے حقِ رائے دہی سے محروم کرنے کی طرف اٹھنے والے ایک قدم

کے طور پر دیکھ رہے ہیں، یقیناً اس کے خطرناک نتائج ہوں گے؛ کیونکہ ایک مرتبہ جب آپ حق رائے دہی سے محروم ہوجاتے ہیں تو آپ غیر ضروری ہوجائیں گے اور آپ کو بے جا زیادتی کا نشانہ بنایا جائے گا، یہ وہی ہے جس کا اب ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ بی جے پی کے اعلی عہدیداروں نے عوامی طور پر ہر اس شخصیت کی توہین کرنے کے بعد جو مسلمانوں کی نگاہ میں سب سے زیادہ مقدس ہے، توہین کرنے والی کو اپنی حمایت سے محروم نہیں کیا اور نہ ہی اس کو پارٹی یا اسکے ذمے داران کی طرف سے معنی خیز تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ ان گستاخیوں کے ردعمل میں مسلمانوں کی طرف سے نمایاں طور پر جو احتجاج کیا گیا وہ قابل فہم تھا پھر احتجاج کے بعد جو پولرائزیشن ہوا اس نے بی جے پی کی حمایت میں اضافہ ہی کیا ہے، توہین کرنے والی بی جے پی کی ترجمان کو اگرچہ پارٹی سے معطل کر دیا گیا ہے، لیکن پارٹی کارکنان نے کھلے عام اسے گلے لگایا ہے اور اس کا سیاسی مستقبل روشن نظر آتا ہے۔

آج ہندوستان میں ہم ایسے حالات دیکھ رہے ہیں جس کے نتیجہ میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ادارے جنہیں بنانے میں برسوں لگے وہ تباہی کے دہانے پر ہیں، نوجوانوں کی ایک نئی نسل پوری طرح سے برین واش کر کے پروان چڑھ رہی ہے جس کا اپنے ملک کی تاریخ یا ثقافتی پیچیدگی سے کوئی تعلق نہیں ہے، حکومت تقریباً چار سو (۴۰۰) ٹی وی چینلز، ان گنت ویب سائٹس اور اخبارات پر مشتمل میڈیا کی مدد سے ہندو مسلم دونوں طرف نفرت پھیلانے والے کرداروں کی وجہ سے تعصب اور نفرت کا مسلسل ڈھول پیٹ رہی ہے، سوشل میڈیا پر اب مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے کھلے عام پوسٹ کا سامنا کرنا معمول بن گیا ہے۔

اس موقعہ پر ہم میں سے جو لوگ اس ماحول کے خلاف کھڑے ہیں خاص طور پر ہندوستان کی مسلم کمیونٹی کو سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ ہم اس کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ جواب دینے کے لیے مشکل سوالات ہیں، کیوں کہ آج ہندوستان میں خود مزاحمت خواہ کتنی ہی پر امن ہو، دہشت گردی کی کارروائی کے مرادف ایک گھناؤنا جرم سمجھا جاتا ہے۔

راہ عمل

عید قرباں کا پیغام

مولانا عبید اللہ یاسر قاسمی
8121832026
832026y@gmail.com

اس کائنات میں تسلیم و رضامندی کے بے شمار واقعات رونما ہوئے ہیں، محبت وخلوص کی لاکھوں داستانیں صفحات تاریخ پر درج ہوں گی، مگر شاید سینۂ گیتی پر تسلیم و رضا، ایثار و قربانی، خلوص و محبت اور خدا دوستی کا ایسا واقعہ منظر عام پر نہ آیا ہوگا جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی جذبۂ جانثاری و اطاعت شعاری کا حسین مظہر ہے۔

یوں تو قربانی حضرت آدم علیہ السلام السلام کے دور سے ہی شروع ہو چکی تھی اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما و لم یتقبل من الآخر کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور ایک کی نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے ہی ہو چکی تھی اور جب ہی سے اسلامی شعار بن کر اس امت تک ہر مذہب وملت میں اس پر عمل رہا ہے۔

قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

ولکل أمة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمة الأنعام

اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی مقرر کی تا کہ وہ اللہ کا نام لیں چوپاؤں کے مخصوص جانوروں پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

اور ایک جگہ ذکر ہے فصل لربک و انحر عید کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجیے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ترسٹھ جانور اللہ کی راہ میں قربان کئے تھے اور حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بالمدینة عشر سنین یضحی کل سنة (السنن الترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر سال پابندی سے قربانی کرنا اسکی اہمیت وفضلیت اور عند اللہ اسکے بلند مرتبہ

ہونے کی دلیل ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم قالَ: ما عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّها لَتَأْتِي يَوْمَ القِيامةِ بِقُرُونِها وأَشْعارِها وأَظْلافِها، وإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ فَطِيبُوا بِها نَفْسًا.

عید الاضحٰی کے دن اللہ کے نزدیک آدمی کا سب سے زیادہ محبوب ترین عمل جانور کے خون کا بہانا ہے بلا شبہ قیامت کے دن (جانور) اپنی سینگھ اور بالوں کھروں کے ساتھ آئے گا.......

حتی کہ قربانی نہ کرنے والے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی ہے عن أبي هُرَيرة قال: قال رَسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم: مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَم يُضَحِّ، فلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا یعنی جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ نہ آئے۔

یہ آیات قرآنی اور آحادیث نبوی علیہ السلام ہمیں جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں، مگر جب ہم اپنے معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بہت سارے صاحب استطاعت مسلمان اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے محروم ہیں۔

آخر قربانی کا مقصد کیا ہے؟؟

آخر کبھی ہم نے غور کیا کہ قربانی کا کیا مقصد ہے؟ کیا صرف راہِ خداوندی میں خون کا بہادینا مقصود ہے؟ یا پھر دوست احباب کے لئے دسترخوان کو زینت بخش دینا مقصود ہے؟ یا پھر تزک واحتشام کے ساتھ جانور کو لا کر اس کی گردن پر چھری چلادینا مقصود ہے؟؟

نہیں ہرگز نہیں بلکہ قربانی کے مقاصد ہی کچھ اور ہیں اور اسکی تشریع کا تقاضا ہی کچھ اور ہے بلکہ اصل مقصد تو دلوں کی اصلاح، جذبوں کا صحیح رخ پر آجانا اور سوچ کا درست معیار پر قائم ہوجانا ہے اور من مانی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی پر چلنا مقصود ہے کیونکہ بارگاہِ ایزدی میں ہماری قربانیوں کا نہ گوشت پہونچتا ہے نہ خون بلکہ اصل تو تقوی ہے لن ینال اللہ لحومھا و لا دمائھا و لکن ینالہ التقوی منکم

عید قرباں کا پیغام اور خلاصہ کلام:

اسلام میں جتنی بھی عبادات ہیں بدنیہ ہوں یا مالیہ ہر ایک پر جہاں اخروی اثرات اور نتائج مرتب ہوتے ہیں وہیں دنیوی فوائد بھی ملحوظ ہیں اور یہ ایک مسلمہ ضابطہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم کی ترقی قربانی میں

منحصر ہے اگر قربانی اور جذبہ جاںنثاری کو ختم کردیا جائے تو ہر قوم روبہ زوال ہوجائے؛ پھر ہم تو مذہب اسلام کے ماننے والے ہیں جو دنیائے انسانیت کے لئے آخری پیغام ہدایت ہے اس کا باقی رہنا کائنات کی اصلاح کے لئے لازم وضروری ہے اور یہ امر قربانی کے بغیر محال ہے۔

اسی اصل روایت کی بقا کے لئے جانور کی قربانی کی ظاہری روایت کو جاری رکھا گیا ہے تا کہ امت مسلمہ سے جذبہ قربانی اور جذبہ جاںنثاری فنا نہ ہو جب تک یہ امت اس کے وصف پر باقی رہے گی تب تک اس کا وجودِ کامل باقی اور تشخص اسلامی قائم رہے گا اور جس دن یہ امت قربانی کے جذبات واحساسات سے عاری ہوجائے گی تو پھر الامان والحفیظ.

اس لیے عید قربان کے پیغام کو سمجھنا ضروری ہے. جانور کی قربانی میں یہ پوشیدہ پیغام ہے کہ خدا کی رضا کے لئے، ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے، اسلام کی ترقی وسربلندی کے لیے، ملت بیضا کے عروج کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کرنا، اپنی آرزوؤں کو چھوڑنا پڑے تو تامل نہ کرنا، اپنی حسرتوں سے ہاتھ دھونا پڑے تو تذبذب کا شکار نہ ہونا، مال ومنال جان واولاد سب راہ خدا میں نچھاور کردینا یہی عید قربانی کا ایک پیغام ہے اور یہی قربانی کا تقاضا ہے اور یہی موجودہ دور کی ملت کا بھولا ہوا سبق ہے۔

استغفار کا وقت مستحب:

توبہ واستغفار بندہ کسی بھی وقت کرلے فائدہ ہی فائدہ ہے، مگر بعض خاص اوقات، دعاو استغفار کی قبولیت کے ہیں۔ خاص طور پر رات کے آخر کا تیسرا حصہ (تہجد کا وقت)، اس وقت بندہ جو بھی دعاء واستغفار کرلے اللہ تعالی اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہیں، بلکہ از خود اعلان فرماتے ہیں: کہ کوئی مجھ سے مانگے تو میں عطا کروں، معافی چاہے تو اسے معافی دوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: کہ اللہ تبارک وتعالیٰ رات کے آخر کے تیسرے حصہ میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اعلان فرماتے ہیں: ہے کوئی جو مجھ سے دعاء مانگے اور میں اس کی دعاء قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے گناہوں کی معافی طلب کرے اور میں اسے معافی عطا کروں؟ صبح تک یہ اعلان ہوتا رہتا ہے۔ (رواہ البخاری، رقم ۲۸۹۱)

تبرکاتِ اکابر

ملفوظات

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی
معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

فرمایا: کہ علماء جو تحصیلِ دنیا کی ترغیب نہیں دیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے ساتھ پیٹ اور تن خود ایسے لگے ہوئے ہیں کہ وہ دنیا کی تحصیل کے لیکچر دیتے رہتے ہیں، پھر علماء کو کیا ضرورت کہ دنیا کی طرف راغب کریں، لوگ تو خود ہی راغب ہیں، ہر شخص کو کھانے پینے کی خود فکر لگی ہوتی ہے، البتہ علماء کا کام انہماکِ دنیا سے منع کرنا ہے۔

فرمایا: کہ مولانا یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ دو باتیں مجھے بہت ناپسند ہیں، ایک تو تقریر میں لغت بولنا، دوسرے تحریر میں شکستہ لکھنا، مقصود تحریر و تقریر سے افہام ہے اور یہاں ابہام ہوجاتا ہے۔

فرمایا: کہ مدرسہ دیوبند کی بنیاد ایسے خلوص سے رکھی گئی تھی کہ اب تک اس کا اثر ہے، بڑے بڑے مدرسے دیکھے ہیں مگر آخر کار کچھ بھی نہ دیکھا، مدرسہ دیوبند کی تعلیم کی بابت بڑے بڑے انگریزوں کی یہ تحریر ہے کہ اگر اس مدرسہ کی مذہبی تعلیم میں دنیاوی تعلیم شامل کی گئی تو اس کا خالص مذہبی رنگ باقی نہ رہے گا جو اس مدرسہ کا مایۂ ناز ہے۔

فرمایا: کہ جو یہ مشہور ہے کہ

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر   ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

زبان پر تسبیح ہو اور دل میں دنیا کی حقیر چیزیں ہوں، ایسی تسبیح کب اثر کرتی ہے؟

یہ مولانا رومیؒ کا قول نہیں ہے بلکہ بہاؤ الدین عاملی (آملی) کا ہے، میں تو اس کے بجائے یہ کہا کرتا ہوں، ''ایں چنیں تسبیح ہم دارد اثر'' اس طرح کی تسبیح بھی اثر رکھتی ہے، خالی الذہن ہو کر آدمی ''اللہ، اللہ'' کرے، دیکھیں کہ کیسے اثر نہ ہوگا، البتہ ریا نہ ہونی چاہئے، اس بات کا تجربہ ہے کہ ضرور اثر ہوتا ہے۔

فرمایا: کہ رعب جتنا شفقت سے ہوتا ہے اس قدر تخویف سے نہیں ہوتا، مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا بڑا رعب تھا، لوگوں کی جان نکلتی تھی حالانکہ ہر وقت ہنستے رہتے تھے۔

فرمایا: کہ اگر کوئی دین کی حاجت لے کر آئے تو سبحان اللہ! اور جو دنیا کی حاجت لے کر آتا ہے وہ نظروں سے گر جاتا ہے، پھر فرمایا کہ امیروں کو جس خاص اکرام کی عادت ہوتی ہے اگر ان کا وہ اکرام نہ کیا جائے تو ان کو رنج ہوتا ہے، اس لئے ان کے ساتھ معاملہ غرباء سے ذرا ممتاز ہونا مصلحت ہے۔

فرمایا: کہ اللہ میاں سے مانگو تو وہ خوش ہوں، خواہ دنیا مانگو یا دین، اور دوسرے لوگ (مانگنے سے) خفا ہوتے ہیں، جہاں مانگنے سے عزت ہوتی ہے وہاں مانگتے نہیں، اور جہاں ذلت ہوتی ہے وہاں مانگتے ہیں، سب سے زیادہ شغل انسان کا، اللہ میاں سے مانگنا ہونا چاہئے۔

فرمایا: کہ آج کل لوگ بزرگوں سے مشورہ زیادہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ یہ اللہ میاں کے سررشتہ دار ہیں، عالم الغیب ہیں، جو ان کے منھ سے نکلے گا وہی ہوگا، اور اس کا نام برکت رکھا ہے، یہ سمجھتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ اللہ میاں ان کے کہنے کو رد کردیں۔

پھر فرمایا کہ وہ اور بات ہے کہ اللہ میاں اس کا اکرام کریں، مگر لوگوں کو تو ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں، حق تعالی فرماتے ہیں: **يأهل الكتاب لا تغلوا في دينكم.........الخ**

فرمایا: کہ یہی راستہ ہے حق تعالیٰ تک پہونچنے کا کہ اخلاقِ رذیلہ جاتے رہیں، اخلاقِ حمیدہ پیدا ہوجائیں، معاصی چھوٹ جائیں، طاعات کی توفیق ہوجائے، غفلت عن اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہوجائے۔

فرمایا: کہ دو شخص سے میرا دل نہیں ملتا، متکبر سے اور چالاک سے۔

فرمایا: کہ گناہ کے علاج میں بے پرواہی نہ کرے، جہاں تک ہو، جلدی توبہ کرے، ورنہ سخت مشکل پیش آئے گی۔ سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل چو پُر شُد نشاید گذشتن بہ پیل

شروع میں چشمہ کے سوت کو سلائی سے بند کیا جا سکتا ہے، لیکن جب وہ بڑھ جائے تو پھر ہاتھی پر بیٹھ کر بھی اس سے گذرنا مشکل ہے۔

(یہ تمام ملفوظات ''حکیم الامتؒ کی محفلِ ارشاد'' نامی کتاب سے ماخوذ ہیں۔)

دفاعِ اسلام

تعدُّدِ ازواج

اعتراضات-جوابات

مولانا اشرف عباس قاسمی
استاذ دارالعلوم دیوبند

اسلام ایک ہمہ گیر دین فطرت ہے، اس نے فطری جذبات کی رعایت کرتے ہوئے، حرام کاری سے حفاظت اور افزائش نسل کے صالح مقاصد کے لیے نکاح کا حکم دیا ہے اور اس کو میاں بیوی کے درمیان مودت ورحمت اور ایک دوسرے کے لیے تسکین قلب کا سامان فراہم ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (الروم: ۲۱)

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویں بنائیں، تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اگر ضرورت ہو تو تعدد ازواج یعنی ایک ہی وقت میں ایک سے زائد دو، تین اور چار تک کی مخصوص شرائط وتفصیلات کے ساتھ اجازت دی گئی ہے، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا (سورۃ النساء: ۳)

اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو۔ دودو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے، پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر بس کرو، یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو، وہی سہی، اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

تعدد ازواج کی شرائط وقیود

البتہ تعدد زوجات کی اجازت غیر محدود اور علی الاطلاق نہیں ہے؛ بلکہ نصوص کی روشنی میں یہ تین اہم شرطوں کے ساتھ مشروط ہے:

۱— مسلمان کے لیے ایک وقت میں چار تک کی ہی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے، اس شرط پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

۲— تعدد ازواج کی رخصت سے فائدہ اٹھانے کے لیے بیویوں کے حقوق کی ادائیگی پر قدرت کا ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا جو شخص ایک سے زائد بیوی کے مہر اور دیگر اخراجات کا متحمل نہ ہو، اس کو تعدد کی اجازت نہیں ہے اور اگر ایک کا بھی خرچ نہیں اٹھا سکتا ہے، تو مال کا انتظام ہونے تک وہ ایک نکاح سے بھی باز رہے گا۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (سورۃ النور: ۳۳)

اور ایسے لوگوں کو کہ جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہیے کہ ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالی ان کو اپنے فضل سے غنی کردیں۔

۳— ایک سے زائد خواتین سے نکاح کی صورت میں ان کے درمیان عدل اور برابری بھی ضروری ہے؛ اس لیے کہ اللہ پاک نے جہاں تعدد کی اجازت دی ہے، وہیں یہ بھی ارشاد فرمادیا ہے:

"فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً" (سورۃ النساء: ۳)

اگر تم کو احتمال ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو

اور اس عدل کا مطلب یہ ہے کہ بیویوں کے درمیان نان ونفقہ، رہائش، لباس، پوشاک، باری اور ان تمام مادی امور میں مساوات ضروری ہے جو شوہر کے بس میں ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے اندرونی لگاؤ اور دلی محبت کا، تو یہ اس کے اختیار سے باہر کی چیز ہے، وہ اس میں برابری کا مکلف نہیں ہے۔

فحاشی اور بے راہ روی کا جائز متبادل

مردوزن میں مساوات کا نعرہ دے کر جو لوگ مرد کے لیے ایک سے زائد نکاح پر اعتراض کرتے ہیں وہ یا تو حقائق کو جانتے نہیں، یا جان بوجھ کر ان سے آنکھیں موند لیتے ہیں، عام اندازے کے مطابق

لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ ہوتی ہے،تو کیا تعدد پر قدغن لگا کر لڑکیوں کی ایک تعداد کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جائے کہ ان کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کر کے فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دیا جائے ؟ اور بیوی کی حیثیت سے باعزت زندگی گزارنے کا حق ان سے چھین لیا جائے ؟ یاد رکھیے! اسلام کی نظر میں زنا اور بدکاری انتہائی قبیح عمل ہے اور اس کے ناسور سے معاشرے کو پاک رکھنے کی اسلام بہت زیادہ کوشش کرتا اور اس کے مرتکب کے لیے انتہائی سخت سزا تجویز کرتا ہے۔اس لیے اس طرح کی بے راہ روی سے حفاظت اور فطری جذبات کی جائز طریقے پر تسکین کے لیے نکاح اور متعدد نکاح کی اجازت دے رکھی ہے۔

متعدد نکاح کے جواز کے اسباب اور حکمتیں

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسئلے کا سنجیدگی اور معروضیت کے ساتھ جائزہ لیا جائے، گہرائی کے ساتھ غور وفکر کے نتیجے میں واضح طور پر تعدد ازواج کی حکمتیں اور اسباب سمجھ میں آجاتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱—عورت کی حفاظت اور اس کے وقار کا خیال :ایک سے زائد نکاح کی اجازت میں عورت کا مفاد ہے؛اس لیے کہ عموماً عورتوں کی تعداد، مردوں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے اور قانون قدرت نہیں چاہتا کہ عورتوں کی ایک تعداد کنواری ہی رہ جائے ؛ جب کہ کوئی بھی عورت اپنی فطری ضروریات کی تکمیل کے لیے مرد سے مستغنی نہیں ہوسکتی ہے اور جیسے ہر مرد کو شوہر اور باپ بننے کا حق ہے، اسی طرح ہر عورت کو بھی بیوی اور ماں بننے کا حق ہے اور تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں تعدد کی اجازت کے بغیر ہر عورت کو اس کا یہ حق نہیں دیا جاسکتا ہے۔

۲— حالت مرض میں نگہداشت : کبھی بیوی کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہوجاتی ہے اور شوہر کو ضروریات کی تکمیل کے لیے دوسری شادی کرنی ہی پڑتی ہے،تو پہلی خود بھی طلاق لینے کے بجائے اسی کی زوجیت میں رہنے کو پسند کرتی ہے؛ کیوں کہ شوہر اس کے بھی نان ونفقہ اور رہائش کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

اور کبھی عورت شوہر کے قابل نہ رہ جانے کے باوجود اس کے ساتھ قلبی تعلق اور دیرینہ محبت کی وجہ سے اس سے الگ نہیں ہونا چاہتی اور سوکن کو برداشت کرنا آسان معلوم ہوتا ہے۔تو اس کی فطری محبت کی رعایت بھی اس کی متقاضی ہوتی ہے کہ اسے بھی شوہر کی زوجیت میں رہنے دیا جائے۔

۳—حصول اولاد کی خواہش کی تکمیل: انسان کو فطری طور سے اولاد کی بے پناہ چاہت ہوتی ہے اور بعض مرتبہ عورت کے بانجھ پن کی وجہ سے اسے دوسری شادی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اب ایک

شکل تو یہ ہے کہ اس کو کہا جائے کہ تم اپنی پہلی بانجھ بیوی کو طلاق دو، تب ہی دوسری شادی کرسکتے ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو نکاح میں باقی رکھتے ہوئے اور اس کے حقوق کی ادائیگی بھی شوہر پر لازم رکھتے ہوئے اسے دوسری کی اجازت دی جائے۔ شریعت عورت کے ساتھ فطری ہمدردی اور طلاق کو ناپسندیدہ قرار دینے کی وجہ سے دوسری صورت کو ترجیح دیتی ہے۔

۴—عورتوں کا تعاون : بعض دفعہ کوئی خاتون بیوہ ہوجاتی ہے، جس کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہوتے ہیں، یا مرد کی غیر محرم قریبی رشتہ دار خاتون ہوتی ہے اور یہ مرد پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے ایسی خاتون سے نکاح کرکے اس کے اور اس کے بچوں کی کفالت کا ذمہ دار اور باعزت زندگی کا سہارا بن جاتا ہے۔

۵—مرد وعورت میں فطری تفاوت کی رعایت : مرد کی تولید کی صلاحیت بسا اوقات ستر اسّی سال کی عمر ہوجانے کے باوجود باقی رہتی ہے، جب کہ خواتین پچاس سال کی ہوتے ہوتے اس صلاحیت سے محروم ہوجاتی ہیں، اس صورت میں افزائش نسل جو ایک محمود مقصد ہے؛ کی تکمیل کے لیے تعدد کی اجازت کے سوا اور کیا شکل رہ جاتی ہے؟

۶—مرد کی جنسی طاقت کی رعایت: اللہ رب العزت نے بعض مردوں کو زبردست جنسی طاقت عطا کر رکھی ہے اور عورتوں پر بعض مراحل ایسے آتے ہیں جن میں جنسی تعلقات قائم نہیں کیے جاسکتے، مثلاً حیض، نفاس اور بعض ایام حمل، تو ان صورتوں میں مرد کو حرام کاری سے بچانے کے لیے شریعت نے دوسرے نکاح کی شکل میں جائز راہ عمل فراہم کردی ہے۔

۷—کوئی محروم نہ رہے: اسلام نے تمام خواتین کے لیے توازن اور عدل کا نظام قائم کر رکھا ہے، اس لیے کوئی ایسی عورت جس کے شوہر کا انتقال ہوجائے، یا وہ مطلقہ ہوجائے یا خاصی عمر گزر گئی اور اب تک اس کی شادی نہ ہوسکی، ایسی عورت کو بھی محرومی سے بچانے کا نظام کردیا گیا ہے کہ اگر معاشرے کے نوجوان اس کو پہلی بیوی کے طور پر اپنانے سے گریز کریں تو شادی شدہ لوگ آگے بڑھ کر اپنی زوجیت میں لے کر ذمہ داری کا ثبوت دیں اور کسی بھی خاتون کو تنہائی اور ذلت کی آگ میں نہ جھلسنے دیں۔

۸—رشتہ داری اور ارتباط کے دائرے کی وسعت: تعدد ازدواج دعوتی، رفاہی اور سماجی خدمات کو فروغ دینے کا ذریعہ ہے، اس کے ذریعے قرابت اور ارتباط کا دائرہ وسیع ہوتا ہے؛ اس لیے

سسرالی رشتے کو بھی اللہ رب العزت نے مقام امتنان میں ذکر کیا ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا (الفرقان ۵۴)

اور وہی ایسا ہے جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

چنانچہ باپ دادا وغیرہ شرعی خاندان اور ماں نانی وغیرہ عرفی خاندان ہیں جن سے پیدائش کے ساتھ ہی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں، پھر شادی کے بعد سسرالی کے رشتے پیدا ہو جاتے ہیں، یہ دلیل قدرت بھی ہے کہ نطفہ کیا چیز تھی پھر اُس کو کیسا بنا دیا کہ وہ اتنے علاقوں والا ہو گیا اور نعمت بھی ہے کہ یہ تعلقات مدارِ معاونت ہیں۔ (ترجمہ وتفسیر بیان القرآن، ص ۷۱۹)

تعدد ازواج کی یہ چند حکمتیں اور اسباب ذکر کر دیے گئے، کھلے ذہن کے ساتھ غور وفکر سے یہی نہیں؛ بلکہ ہر حکم ربانی اور قانون خداوندی میں مخفی مصلحتیں اس طرح آشکارا ہو جاتی ہیں کہ عقل سلیم رکھنے والے خود ہی بکمل انشراح کے ساتھ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

غور وفکر کا ایک اہم پہلو

یہاں اس امر پر بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ مخالفین نے اس طرح پروپیگنڈا کر رکھا ہے جیسے ہر مسلمان نے ایک سے زائد نکاح کر رکھا ہو اور یہ اسلام کا ایسا حکم ہو جس کی بجا آوری ہر حال میں ضروری ہو، جب کہ عملی صورت حال خاص کر برصغیر میں یہ ہے کہ تعدد نکاح کے واقعات شاذ ونادر ہی پیش آتے ہیں اور مسلمانوں کا معاشرتی مزاج بھی عام طور سے اس کو قبول نہ کرنے کا ہے۔ مخالفین کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ شریعت مطہرہ نے بہ وقت ضرورت تعدد کی اجازت دی ہے؛ لیکن تعدد ازواج شریعت کی طرف سے ایسا لازمی حکم نہیں ہے کہ ہر مسلمان کو ایک سے زائد نکاح کرنا ہی ہوگا اور اس کے لیے بھی اس عورت کی رضامندی ضروری ہے جس سے نکاح ہو رہا ہے اور اگر پہلی خاتون یہ محسوس کرے کہ شوہر واقعی اس کی حق تلفی کر رہا ہے تو وہ اس کو عدالت میں گھسیٹ سکتی ہے اور برابری کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

دعوتِ فکر و عمل

نوجوان — دین اور تقاضے

مولانا حبیب الرحمن اعظمی قاسمی
جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور، اعظم گڑھ یوپی

کسی قوم وملت کی کامیابی اور ترقی میں نوجوانوں کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے۔ نوجوان، قوم وملت کے مغز ہوتے ہیں، ملک وقوم کو پروان چڑھانے اور داخلی وخارجی حملوں سے بچاؤ میں نوجوان ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں جوانی کی زندگی، جوانی کے لمحات کی بڑی اہمیت وفضیلت آئی ہے، اس زندگی میں اللہ کی مرضیات پر چلنے کا بڑا ثواب ہے، کیونکہ یہ زندگی جذبات وخواہشات اور نئی نئی آرزوؤں، تمناؤں، امیدوں اور امنگوں کا ایک موجزن دریا ہوتی ہے۔ **الشباب شعبہ من الجنون**۔ جوانی، جنون کا ایک حصہ ہے اس عمر میں آدمی جو چاہے کر گذرے، کوئی روک نہیں سکتا کسی کے پابندی لگانے اور کرنے سے کیا ہوگا؟ یہ عمر ایسی ہوتی ہے کہ نفس وشیطان اپنا جال ہمہ آن پھیلائے رکھتا ہے۔ اس عمر میں گناہوں اور برائیوں کے کرنے کی بھرپور طاقت ہوتی ہے۔ شیطان کے بتلائے ہوئے غلط راستے پر چلنے کے بہت مواقع ہوتے ہیں۔

مگر بہت خوش نصیب ہے وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی کو نیک کام میں لگا دیا، غلط راہوں سے اپنے کو بچا کر اپنی جوانی کو اللہ کی مرضیات میں گذار دیا، گناہوں کی تاریکی میں بھٹکنے کے بجائے نیکی کی روشن شاہراہ اپنا لی اور برائیوں کے دلدل میں پھنسنے کے بجائے اللہ کی عبادت وورضا جوئی میں مشغول رہا۔

حدیث شریف میں ہے: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سبعة يظلهم الله فى ظله يوم لا ظل الا ظله، امام عادل و شاب نشأ فى عبادة الله عز و جل و رجل قلبه معلق بالمساجد و رجلان تحابا فى الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه، و رجل

دعته امراة ذات حسن و جمال فقال انی اخاف اللہ و رجل تصدق بصدقة فاخفاها حتی لا تعلم شماله ماتنفق یمینه ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناه متفق علیه۔ (ریاض الصالحین)

سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ جل شانہ اس دن اپنے سایہ میں رکھیں گے جس دن اللہ کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا (یعنی قیامت کے دن) ایک عادل بادشاہ (حاکم) دوسرے وہ نوجوان جو اللہ جل شانہ کی عبادت میں نشوونما پاتا ہے۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں صرف اللہ کی وجہ سے محبت ہو کوئی دنیوی غرض ایک کی دوسرے سے وابستہ نہ ہو، اسی پر ان کا آپس میں اجتماع ہو اور اسی پر علیحدگی ہو، پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسب نسب والی خوبصورت عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (اسی طرح کوئی مرد کسی عورت کو متوجہ کرے اور وہ عورت یہی کہہ دے) چھٹے وہ شخص جو اتنا چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتویں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ جل شانہ کو یاد کرکے رو پڑے"۔ (ترجمہ از فضائل اعمال ۲/۱۶-۱۷)

یعنی جس دن قیامت قائم ہوگی تمام انسان پریشان حال ہوں گے نفسی نفسی کا عالم ہوگا، سورج بالکل قریب ہوگا کہ اس کی تپش اور گرمی سے دماغ کھول رہا ہوگا، بھلا ایسے وقت میں اللہ کی رحمت اور اس کے سایے کا کون محتاج نہ ہوگا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسے ہولناک وقت میں اللہ تعالی سات طرح کے لوگوں کو اپنی رحمت وحمایت سے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے۔ جن میں ایک ایسا نوجوان ہوگا جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گذاری ہوگی۔ ایسا نوجوان روز محشر ظل الٰہی میں جگہ پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو جوان کی عبادت بہت پسند ہے کیونکہ اس نوجوان نے اپنے ہاتھ پاؤں میں گناہوں کی طاقت کے باوجود بھی گناہ نہ کیا، عفت و پاکیزگی اور طہارت ونظافت کے ساتھ طاعت وعبادت میں زندگی گذاری، اور احکام الٰہی کو ادا کرتے ہوئے اسلام کا تحفظ کرتے ہوئے اپنی جوانی گذاردی۔

عبادت کا مقصد رضاء الٰہی اور اطاعت خداوندی ہے، عبادت واطاعت صرف نماز، روزوں کو محیط نہیں بلکہ دین کے تمام شعبے جو عبادات، معاملات اور معاشرت وغیرہ کے قبیل سے ہیں ان سب کو شامل ہے۔

اپنے معاملات کو صاف رکھیں ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے اخلاق ایسے ہوں کہ

ہر کس و ناکس ہم سے خوش رہے، سب کے ساتھ مل جل کر رہنا، چھوٹوں پر شفقت و مہربانی اور بڑوں کی تعظیم و توقیر ہمارا شیوہ ہو۔ والدین اور بڑے بوڑھوں کی خدمت میں کوتاہی نہ ہو، جب یہ عمدہ صفات ہمارے اندر جمع ہو جائیں گی تو ہم ضرور ایک مثالی نوجوان بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جوانی کی اس نعمت بے بہا سے نوازا ہے اس کی قدر کریں۔ اور پورا پورا وقت اللہ کی رضا جوئی اور بندوں کی خدمت میں لگا دیں، اپنی طاقت کا غلط استعمال نہ کریں، کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں، ورنہ اللہ تعالی کی پکڑ آ سکتی ہے پھر ہمیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

جوانی کی اہمیت کا اندازہ اسے ہوگا جس نے جوانی کی قدر نہ کی ہو، اور بڑھاپے میں جب معذور و مجبور ہو گیا تب پچتا رہا ہو، اس لیے جوانی کی زندگی کی قدر کریں اور اسے غنیمت سمجھیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اغتنم خمسا قبل خمس شبابک قبل هرمک و صحتک قبل سقمک و غناک قبل فقرک و فراغک قبل شغلک و حیوتک قبل موتک۔ (مشکوۃ شریف ص : ۴۴۱)

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان! جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، تونگری کو اپنے فقر سے پہلے، اور فراغت وقت کو مشغول ہونے سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔

اور جب قیامت کا دن ہوگا جس دن میزان عدل قائم کی جائے گی اور ذرہ ذرہ کا حساب لیا جائے گا۔ اس دن کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا تزول قدما ابن آدم یوم القیمة حتی یسال عن خمس عن عمره فیما افناه وعن شبابه فیما ابلاه وعن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه وماذا عمل فیما علم (ترمذی ۲/۶۷)

اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر طریقہ سے قیامت کے محاسبوں کی فہرست شمار کرادی، اور ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق دوسری احادیث میں مختلف عنوانات سے ان پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

پہلا مطالبہ اور جواب طلب چیز یہ ہے کہ اپنی عمر جس کا ہر سانس انتہائی قیمتی سرمایہ ہے کس چیز میں

خرچ کی؟ ہم لوگ کیوں پیدا کئے گئے، ہماری زندگی کسی مصلحت کے لیے ہے یا یونہی گذار دینے کے لیے؟ قیامت میں اس کا سوال ہوگا۔ اب ہم کو اسلام کے بتلائے راستے پر چل کر اپنی زندگیوں کو گذارنا چاہئے تا کہ جس کام کے لیے ہم پیدا کئے گئے اسی مقصد کے تحت زندگی کے اوقات خرچ ہوں لایعنی اور فضولیات میں گنوا کر روز محشر ہم خدا کے ہاں کیا جواب دیں گے۔؟

مطالبہ کی دوسری چیز حدیث بالا میں یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جوانی کی قوت کس چیز میں خرچ کی گئی؟ کیا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں اس کی عبادت میں مظلوموں کی حمایت میں، ضعیفوں اور اپاہجوں کی اعانت میں یا فسق وفجور میں، عیاشی اور آوارگی میں، بے بسوں پر ظلم کرنے میں، ناحق کی مدد کرنے میں، ناپاک دنیا کے کمانے میں اور دین ودنیا دونوں جگہ کام نہ آنے والے فضول مشغلوں میں؟

یہاں رک کر ذرا ہم سوچیں کہ یہ سوال ہم سے روز محشر بھرے دربار میں ہوگا ایسی عدالت میں جہاں سے فرار ممکن نہیں جہاں فرشتوں کا ہر سو پہرہ ہوگا، جہاں میزان عدل قائم ہوگی، پھر روز محشر جو قدموں کو ڈگمگا دینے اور کلیجہ کو دہلا دینے والا دن ہوگا بدحالی و پریشانی سے ہر کوئی نجات چاہے گا، مگر نجات جبھی ہو سکتی ہے جب ہمارے اعمال درست نکلیں، جب حساب صاف ہوگا جبھی چھٹکارا ہو سکے گا۔ پھر سوچئے کہ خدانخواستہ اگر ہمارے حساب و کتاب میں ذرا گڑبڑی نکل آئی، ہمارے دفتر میں گناہوں کا حصہ نکل آیا تب پھر کیا ہوگا؟

اگر آج ہم جوانی کے زور میں گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہیں خدائی احکام سے منہ موڑے ہوئے ہیں شیطان جو ہمارا دشمن ہے، اس کے جال میں الجھے پڑے ہیں اور دوسروں پر ظلم وستم کر رہے ہیں، تو کل جب ہم خدا کے دربار میں پیش ہوں گے ہم سے ہماری جوانی کے بارے میں سوال ہوگا ہماری بداعمالیوں کو دکھایا جائے گی پھر ہم کیا جواب دے سکیں گے؟

مختصر یہ کہ اپنے کو جوانی کے زور میں ظلم وستم اور ناجائز حرکات سے بچانے کی بہت ضرورت ہے آدمی جن جن اعضاء سے جو غلط کام اور نازیبا حرکات کرے گا قیامت کے دن وہ اعضاء بھی انسان کے خلاف گواہی دیں گے، اور اپنے کئے ہوئے جرائم کا اقرار کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون۔

آج (یعنی قیامت کے دن ہم ان کے موںہوں پر مہر لگا دیں گے تا کہ لغو اعذار نہ گھڑیں) اور

ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس کی جو کچھ یہ کیا کرتے تھے۔

اس وقت جوانی کے نشہ میں ہم لوگوں کو اس کا ابھی خیال نہیں ہوتا کہ سارے کئے کا جواب دینا پڑے گا۔ ہم جوانی کی قوت کو گناہوں میں اور دنیا کمانے میں ضائع کر رہے ہیں حالانکہ جوانی کو اپنے رب کے نام قربان کر دینا چاہئے خرچ کیا جانا چاہئے جو مرنے کے بعد کام آئیں۔ اور جن سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں خوش قسمت ہیں وہ نوجوان جو اللہ کے کام میں ہر وقت منہمک رہتے ہیں اور گناہوں سے دور رہتے ہیں۔

یہ جوانی کی زندگی دراصل اپنے کو بنانے اور سنوارنے کی زندگی ہوتی ہے، نیز اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کے سدھار کی بھی فکر ہونی چاہئے، ہماری اس فکر میں ایک عزم مصمم، ایک پختہ ارادہ کا سمندر موجیں مارتا ہو، خلوص وللّٰہیت اور صداقت وامانت کے ہم پیکر ہوں، اسلام کی سربلندی ہمارا نصب العین ہو، باطل کے لہراتے پرچم ہمارے ہاتھوں سرنگوں ہوں گے، کفر کا قلعہ ہم مسمار کریں گے اور دنیا پر اسلام کے عدل و انصاف کا سکہ رائج کر کے ظلم وشر سے عالم کو نجات دیں گے۔ یہ ہماری سوچ ہو اور صرف سوچ ہی نہیں، زندگی کا مقصد اور نصب العین ہو، قوت ارادی کے پھل کبھی ظاہر ہوتے ہیں، تب دین کا جھنڈا آپ بلند کرسکیں گے، امت آپ کو پلکوں پہ بٹھائے گی۔ اور آپ سے ملک وقوم کا نام روشن ہوگا۔

یہ سچ ہے کہ آج کے بیشتر نوجوان دین سے کوسوں دور ہیں۔ مگر عزم وہمت کا پیکر بن کر جب اٹھیں گے اور ایمانی جوش وولولہ ان کے اندر پیدا ہوجائے گا تو آگے چل کر یہی قوم کی رہبری اور رہنمائی کریں گے۔ ضرورت ہے کہ ہم ان کے اندر دینی جذبہ، ایمانی حمیت، اسلامی غیرت اور مؤمنانہ فراست پیدا کریں اور انہیں حق کا وہ راستہ دکھائیں جس پر چل کر مسلم نوجوانوں نے دنیا کو اپنے قدموں میں جھکا لیا۔ جن کے نقوش پا آج بھی ہمیں دعوت عمل دے رہے ہیں۔

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

واقعات الفتاویٰ

فتاوی مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری
معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

قربانی کا ثبوت و وجوب :

قربانی دین اسلام کا عظیم الشان حکم اور اسلام کا شعار ہے، قرآن کریم کی متعدد آیات اور بیشمار احادیث اس کی مشروعیت پہ دلالت کرتی ہیں، اور عہد رسالت سے تاحال امت میں اس کا تعامل رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے، اور دس کے دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی، اس کے علاوہ متعدد احادیث میں امت کو تاکید کے ساتھ قربانی کا حکم فرمایا، بلکہ گنجائش و وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے لیے سخت وعید بیان فرمائی کہ: ایسا شخص ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ اسی وجہ سے ائمہ مجتہدین اس کے تاکیدی حکم ہونے پر متفق ہیں، چنانچہ امام ابوحنیفہ اس کو واجب اور حضرات صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) اور ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) اس کو سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں، اس لیے ایام قربانی میں اصحاب وسعت پر قربانی کرنا لازم ہے، محض نفل یا اختیاری عمل نہیں ہے۔ (إعلاء السنن ۱۷/ ۲۲۱، موسوعۃ الفقہ الاسلامی للعلامۃ الزحیلی ۳/ ۵۹۷)۔

قربانی کے بجائے صدقہ:

قربانی کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے قربانی کرنا ہی ضروری ہے، اس کی جگہ اتنی رقم کا صدقہ یا اس سے کسی قومی وملی کام میں تعاون کافی نہیں ہے، کیوں کہ شریعت کی جانب سے مقررہ عمل کا بدل اپنی رائے سے تجویز نہیں کیا جاسکتا: لأن الأبدال لا تنصب بالرأی (شرح حموی)

قربانی کس پر واجب ہے:

قربانی دو قسم کے افراد پر واجب ہے :

(الف) ہر وہ شخص جس پر زکوۃ واجب ہے، اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

(ب) جس شخص کے پاس کسی بھی شکل میں ضرورت واستعمال سے زائد بقدر نصاب (موجودہ وقت میں ۶۱۲ گرام ۳۸۰ ملی گرام چاندی کی مالیت) مال ہو اس پر بھی قربانی واجب ہے، چنانچہ جس کے پاس فاضل مکان، دوکان، یا پلاٹ ہو، یا ایسا گھریلو سامان ہو جو پورے سال کسی بھی موقع پر استعمال نہ ہوتا ہو، اور اس کی قیمت مذکورہ بالا مالیت کے برابر ہو اس پر قربانی واجب ہوگی۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۹۴)

کیا سب گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے؟:

کسی گھر میں اگر متعدد افراد صاحب نصاب ہوں تو ہر فرد پر مستقل قربانی واجب ہے، گھر کے کسی ایک فرد کا قربانی کرنا سب کی طرف سے کافی نہیں ہوگا، جس طرح ایک شخص کا نماز روزہ کر لینا سب گھر والوں کی طرف سے کافی نہیں ہوتا، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی الگ فرمایا کرتے تھے، اور اپنے اہل خانہ کی قربانی الگ کیا کرتے تھے، البتہ ایک روایت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ: ایک بکری سب گھر والوں کی طرف سے کافی ہے، مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ عموماً گھر کا سربراہ ہی صاحب نصاب ہوتا ہے، باقی اہل خانہ نصاب کے مالک نہیں ہوتے، تو ایسی صورت میں تنہا سربراہ قربانی کرے اور سب کو ثواب میں شریک کرلے تو یہ جائز ہے، روایت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اگر سربراہ کے علاوہ اور اہل خانہ بھی صاحب نصاب ہوں تو محض گھر کے سربراہ کی قربانی سے سب کا فریضہ ادا ہو جائیگا، اگر ایسا ہوتا تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کی جانب سے الگ الگ قربانی نہ کرتے۔ (إعلاء السنن ۱۷/۲۲۱)

حاجی پر بقرعید کی قربانی:

جو شخص حج کرنے کے لیے گیا ہو اور دوران سفرِ حج وہ مقیم ہو جائے، جس کی صورت یہ ہے کہ آٹھ ذی الحجہ کو منی روانگی سے پہلے مکہ میں اس کا قیام پندرہ روز ہو جائے، تو ایسے حاجی پر اگر وہ صاحب نصاب ہو اقامت کی وجہ سے قربانی واجب ہو جائیگی، جو حج کی قربانی سے علیحدہ ہوگی، جس کو وہ وہیں بھی کرسکتا ہے اور اپنے وطن میں بھی کرا سکتا ہے۔ اور جس حاجی کا آٹھ ذی الحجہ سے پہلے مکہ میں پندرہ روز قیام نہ ہو سکے تو وہ ایام قربانی میں مسافر رہے گا، اس لیے مسافر ہونے کی وجہ سے اس پر بقرعید کی قربانی واجب نہیں ہوگی: و

لاتجب الأضحية على الحاج و آراد بالحاج المسافر فأما أهل مكة فتجب عليهم الاضحية وان حجوا (بدائع الصنائع ۵/۶۳)

چوتھے دن قربانی کرنے کا حکم

قربانی کے ایام جیسا کہ معروف ہے تین ایام ہیں، عام نصوص وآثار میں یہی وارد ہے، اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے، لہٰذا جمہور فقہاء کے مذہب کے مطابق چوتھے دن قربانی کرنے سے فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ (اعلاء السنن ۱۷/ ۲۳۰)۔

گائے کی قربانی کا حکم

گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے، تاہم جس علاقہ میں اس کا ذبح قانوناً ممنوع ہے یا وہاں اس کی قربانی سے فتنہ وفساد کا خطرہ ہو، تو ایسے علاقوں میں گائے کی قربانی سے ازراہِ احتیاط اجتناب کرنا چاہیے۔

عن حذيفة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه قالوا :وكيف يذل نفسه؟قال :يتعرض من البلاء لما لا يطيق. (سنن الترمذی ۲۲۵۴)

قربانی کے جانور میں دو دانت کا التزام

قربانی کے جانوروں کی عمریں متعین ہیں، یعنی بکرا اور بکری ایک سال، گائے اور بھینس دو سال، اور اونٹ اونٹنی پانچ سال، جو جانور اس متعینہ عمر کو پہنچ جائے اس کی قربانی درست ہے، قربانی کے جانور کا دو پکے دانت ہونا شرط نہیں ہے، البتہ جانور کی عمر کی تعیین میں اس سے مدد لی جاسکتی ہے، چنانچہ جس جانور کا پوری عمر کا ہونا یقین سے معلوم ہو تو اس کی قربانی درست ہے، خواہ وہ پکے دانت نہ ہوں، لیکن جس جانور کا پوری عمر کا ہونا یقین سے معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں پکے دانت دیکھ کر ہی جانور خریدا اور قربان کیا جائے، کیوں کہ مذکورہ عمر کو پہنچنے کے بعد ہی پکے دانت ظاہر ہوتے ہیں، یا پھر کسی بااعتماد، جانوروں کی عمر کا تجربہ رکھنے والے شخص کی تصدیق کے بعد خریداری پھر قربانی کی جائے۔

مشترکہ قربانی میں گوشت کی تقسیم کا طریقہ

مشترکہ قربانی کی صورت میں جب گوشت تقسیم کیا جائے تو اس تقسیم کا مکمل برابری اور مساوات کے ساتھ ہونا ضروری ہے، ورنہ سود ہو جائے گا، اس لیے باہمی رضامندی کے ساتھ بھی کمی بیشی کے ساتھ تقسیم جائز نہیں ہے، البتہ اگر گوشت کی تقسیم میں جانور کے وہ حصے بھی شامل کر لیے جائیں جو گوشت شمار نہیں

ہوتے، مثلاً پائے، سری، مغز اور زبان، اور ہر حصہ دار کو ان میں سے بھی کوئی ایک چیز دے دی جائے تو پھر اگر گوشت کم وبیش بھی ہوجائے، تو کوئی حرج نہیں ہے:

ويقسم اللحم وزنا لا جزافا إلا إذا ضم معه الأكارع أو الجلد صرفا للجنس لخلاف جنسه. (الدر المختار ۲/ ۵۵۳)

دوسرے ملک میں قربانی کروانا

اگر کسی دوسرے ملک میں قربانی کرائی جائے اور دونوں ملکوں کے ایام قربانی میں فرق ہو، تو ایسی صورت میں قربانی کی ادائیگی کے لیے دونوں ملکوں میں ایام قربانی کا ہونا شرط ہے، اگر کسی ایک جگہ ایام قربانی ختم ہوچکے یا شروع ہی نہیں ہوئے تو پھر قربانی ادا نہیں ہوگی، کذا فی کتب الفقہ۔

قربانی کے جانور کا مرجانا یا گم ہوجانا

اگر قربانی کا جانور مرگیا یا گم ہوگیا، تو صاحب نصاب شخص پر دوسرا جانور خرید کر قربان کرنا ضروری ہے، اور اگر غیر صاحب نصاب نے قربانی کے لیے جانور خریدا ہو اور وہ مرگیا ہو یا گم ہوگیا ہو تو اس پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری نہیں ہے۔ عوام میں اس کا برعکس مشہور ہے جو غلط ہے، (بدائع الصنائع ۵/ ۶۶)

قربانی کی کھال کو دفنانا

قربانی کی کھال خود استعمال کرلی جائے یا کسی کو ویسے ہی ہدیہ کردی جائے یا پھر اس کو فروخت کرکے اس کی رقم کسی مستحق زکوۃ کو دے دی جائے، خواہ معمولی قیمت میں فروخت ہو، اس کو دفنانے سے گریز کیا جائے، کیوں کہ کچھ نہ کچھ قیمت مل جانا بالکل نہ ملنے سے بہتر ہے۔

خریدار حضرات سے

آپ حضرات کے ایڈریس کی سلیپ پر ختم مدت کی صراحت موجود ہے، برائے کرم اسے ملاحظہ کریں اور جلد از جلد ماہنامہ کا سالانہ زرِتعاون مبلغ تین سو روپے سالانہ کے حساب سے فوراً ارسال فرمائیں۔

اخبارِ مظاہر

متخصصینِ حدیث کے لئے

ایک ضروری اعلان

جن متخصصین نے شوال ۱۴۱۶ / مارچ ۱۹۹۶ء سے شعبان ۱۴۴۰ھ/ اپریل ۲۰۱۹ء تک جامعہ میں تخصص حدیث شریف کیا ہے، ان کی تاریخ اور مفصل حالات لکھے جارہے ہیں، اس سلسلہ میں ان کے لئے ماضی میں جو سوالنامہ جاری کیا گیا تھا، تقریباً تمام ہی کے جوابات موصول ہوگئے ہیں، لیکن بعض حضرات کے ابھی تک جوابات موصول نہیں ہوئے۔

ایسے اصحاب سے گذارش ہے کہ اول فرصت میں اپنے جوابات ارسال فرمادیں تاکہ وہ بھی شاملِ کتاب کردیئے جائیں اور اس طرح اِن اصحاب کی علمی وعملی زندگی کی تاریخ محفوظ ہوجائے۔

اگر کسی وجہ سے تفصیلی حالات نہ لکھ سکیں تو کم از کم تخصص حدیث کئے جانے کے بعد سے آج تک کی اپنی علمی، تدریسی اور تصنیفی مشغولیات فوراً لکھ کر بھیج دیں، کیونکہ یہ کتاب طباعت واشاعت کے لئے تیار ہے۔

جن اصحاب کے جوابات مطلوب ہیں ان کے اسماء یہ ہیں۔

مولانا ابراہیم	ولد حاجی یوسف	جونا گڑھ	گجرات	مولانا محمد حمزہ	ولد مولانا محمد	سابر کانٹھا	گجرات
مولانا محمد ارشد	ولد مولانا عبدالرزاق	بناس کانٹھا	گجرات	مولانا حسین	ولد عبداللطیف پٹیل	بھروچ	گجرات
مولانا محمد الیاس	ولد امیر بغدادی	رتنا گری	مہاراشٹر	مولانا محمد خبیب	ولد محمد ایوب	لکھیم پور	یوپی
مولانا انصار حسین شاداب	ولد ذوالفقار حسین	حیدرآباد	اے پی	مولانا ریاست اللہ	ولد مولانا عبدالرؤف	سابر کانٹھا	گجرات
مولانا محمد ارقم	ولد محمد مختار	باردی نگر	تاملناڈو	مولانا محمد رضوی	ولد صحف اشرف	اترا پٹنم	تاملناڈو
مولانا محمد اسعد	ولد عباس	انبولی ممبئی	مہاراشٹر	مولانا زبیر احمد	ولد مولانا سراج الاسلام	۲۴ ر پرگنہ	بنگال
مولانا محمد توصیف	ولد یونس	تنکاریہ	گجرات	مولانا زبیر احمد	ولد شیخ علی	مہاراجانگر	تاملناڈو
مولانا جعفر صادق	ولد میراں محی الدین	ایروڈ	تاملناڈو	مولانا زبیر احمد	ولد ثوبان احمد	بنگلور	کرناٹک
مولانا محمد جریر	ولد حیات محمد	توفور	تاملناڈو	مولانا زبیر حسین	ولد رفیق الاسلام	حیدرآباد	اے پی
مولانا محمد حسین	ولد عبدالرشید	بردوان	بنگال	مولانا سجاد حسین	ولد محمد مشتاق قاضی	بانڈی پورہ	کشمیر
مولانا حفظ الرحمن	ولد عبدالرحمن	گلبرگہ	کرناٹک	مولانا سہیل	ولد شبیر	راندیر	گجرات

مولانا سخاوت حسین	ولد ابو یوسف	حیدرآباد	اے پی	مولانا محمد مشاق	ولد شیخ عبدالوہاب	کیرالا	اے پی
مولانا فضل الرحمن	ولد حاجی عبدالرحمن	گلبرگہ	کرناٹک	مولانا محمد مصعب	ولد محمد ابراہیم	کاکوسی	گجرات
مولانا محمد فیصل	ولد محمد صالح	اترام پٹم	تاملناڈو	مولانا مستقیم	ولد مصطفی	حیدر پورہ	گجرات
مولانا محمد فاروق	ولد اشرف خان	کھنڈوا	ایم پی	مولانا محمد	ولد مولانا اسماعیل	سملک	گجرات
مولانا محمد فاروق	ولد محمد نافع	ترور	تاملناڈو	مولانا محمد	ولد مولانا محمد الیاس	ڈابھیل	گجرات
مولانا فردوس احمد	ولد احمد پاشا	ویلور	تاملناڈو	مولانا نعمت اللہ	ولد مولانا عبدالمالک	۲۴ ر پرگنہ	بنگال
مولانا معاذ	ولد سعید احمد	بناس کانٹھا	گجرات	مولانا نجم الدین	ولد ابوبکر	مدراس	تاملناڈو
مولانا محمد علی	ولد محمد فواد	دیوی پٹنم	تاملناڈو	مولانا محمد نقیب	ولد محمد نفار	مدراس	تاملناڈو
مولانا ممتاز عالم	ولد شیخ وصی احمد	چمپارن	بہار	مولانا محمد خواجہ نظام الدین	ولد قادر میراں		تاملناڈو
مولانا محمود حسن	ولد عبدالمالک	یشنو پور	منی پور	مولانا محمد یحیی	ولد نور محمد	کھروڈ	گجرات
مولانا مستفیض الرحمن	ولد سنوار حسین	بنگلور	کرناٹک	مولانا محمد یمین	ولد عبدالرحیم	مدورائی	تاملناڈو
مولانا محمد	ولد مولانا محمد یونس	جوگیشوری ممبئی	مہاراشٹر	مولانا محمد شہزاد	ولد ریاض الدین	امروہہ	یوپی
مولانا محفوظ الرحمن	ولد مجیب الرحمن	پالنپور	گجرات				

نوٹ: آپ اپنے جوابات دوذریعہ سے بھیج سکتے ہیں۔

(۱) ای میل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور jamiamazahir@gmail.com

(۲) واٹس ایپ نمبر 9068607083—9761438881

(۳) اگر سوالنامہ آپ کے پاس سے ضائع ہوگیا ہو تو اپنا واٹس ایپ نمبر بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔

(۴) ابنائے مظاہر علوم اس اعلان کو زیادہ سے زیادہ متعلقہ متخصصین تک پہونچائیں۔

بندہ **محمد شاہد** غفرلہ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۴ ر ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ

ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور:

تبلیغ واشاعتِ اسلام اور اصلاحِ معاشرہ کی ایک تحریک ہے۔
آپ بھی اِس تحریک کا حصہ بنیں۔

R.N.I. REGD. NO. 63469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM



Rs. 30/

MADRASA MAZAHIR ULOOM